

مجلس مرکزی حزب الانصار بھیرہ (مغربی پاکستان) کا ترجمان

ماہنامہ

شمس الاسلام  
بھیرہ

مجلس مرکزی

حزب الانصار کی پچیسویں عظیم الشان سالانہ تبلیغی

\* کانفرنس \*

قارئین شمس الاسلام کو اس مژدہ جانفزا سے خورسند کیا جاتا ہے کہ  
حزب الانصار کی پچیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتاریخ ۱۱-۱۲-۱۳ مارچ ۵۵  
مطابق ۱۵-۱۶-۱۷ رجب ۱۳۷۴ بموافق ۲۸-۲۹-۳۰ بھاگن سمت ۲۰۱۱ بروز  
جمعہ ہفتہ اتوار کو انشالہ العزیز جامع مسجد بھیرہ میں منعقد ہوگی جس میں  
مشائخ عظام کے علاوہ پاکستان کے بہترین خطیب و مقررین تشریف لائینگے۔  
مندرجہ بالا تاریخوں کو نوٹ فرمائیں۔ خود بھی شامل ہوں اور اپنے دوستوں  
کو جلسہ کی تاریخوں سے آگاہ کریں۔

غلام حسین ناظم مجلس استقبالیہ حزب الانصار بھیرہ (پاکستان)

پیام حضرت مولانا الحاج احمد رضا بکوی فرما کر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

تحت الہدایہ

مولانا الحاج افتخار احمد رضا بکوی میر حزب الانصار بھیرہ

غلام حسین



سالانه چند

معاونین سے - ۵/-

غیر مالک سے



سالانه چند

عوام سے

طلبے ۲۸۸-۸

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي جعلنا من آل أبي طالب  
مناجاة من النار

منجانب

حزب الانصار بحیره

الشر کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد { ۱۱ اندونی و بیرونی حصول سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔  
۱۲ اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامہ، احیاء و اشاعت علوم و دین

جمیدار کے قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ پر انگریزی اور ہندی تاریخ کو پابندی وقت کا نفع ہوتا ہے۔ مضامین ہر راہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

۲۔ ارکان حزب الانصار کے نام جو بیدہ مفت بھیجا جاتا ہے، چندہ کنیت کم از کم پانچ ناموں پر یا تین سو پانچ سالانہ مقرر ہو (۳)، عام سالانہ چندہ سے معاہدہ ہونے پر، طلبہ کے علاوہ مقرر ہو، نمونہ کار پر ہر کے فکٹ موصول ہو کر بھیجا جاتا ہے (۴)، رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔

بعض رسائل پرستہ میں تلف ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں خریدار کو خط فک میں کہ ۲۵ تا ۲۶ تک تمام اطلاع موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع شے کی صورت میں دفتر ذمہ وار ہوگا (۵۵) جواب کیلئے ہوائی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے (۶۱) ہندوستان کے اپنا چندہ حاجی فضل الہی عبدالحی صاحبان کمیشن پمیشہ نواب مسجد شریف بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں (۷۱) بیرنگ ڈاک اور خطوط بیرنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل سرانجام غلام حسین ایڈیٹر پمیشہ نواب مسجد شریف بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں (۷۱) بیرنگ ڈاک اور خطوط بیرنگ ہوں گے۔

**سرخ نشان** ○ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چھٹے ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی، پی آر سال ہوگا۔ جس کے نامہ اخراجات سے بچنے کیلئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں، خدا دا وی پی وی ایس فراکر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا

سرخ نشان ○

غلام حسین نیچر سالہ شمس السلام

<p>شمالی سلام بھیرہ</p> <p>ماہنامہ</p> <p>جلد ۲۶</p> <p>رجب المرجب ۱۳۷۲ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۵۵ء</p> <p>شمارہ ۳</p>
--

## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	شذرات	"	۵
۳	رسائل و مسائل	"	۱۲
۴	صحابہ رضوا کا شوق شہادت	محترم مولانا رحمت اللہ صاحب معرو فی	۱۵
۵	بقیہ رسائل و مسائل	ادارہ	۱۸
۶	دلوے اور عزائم	محترم احمد اللہ صاحب ظفر لاہور	۱۹
۷	امیر المومنین کا حیرت انگیز انصاف	ماخوذ	۲۲
۸	تاریخ اسلام کا زہین صفحہ	"	۲۳
۹	زکوٰۃ	ادارہ	۲۴
۱۰	پچی کہانیاں	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث	۲۹
		سہارنپور	

# بزمِ انصار و کوائف کارِ رُکِ حِزبِ الانصارِ بھیرہ

## سالا نئے تبلیغی کانفرنس!

رُتبِ الانصار کی چوبیس شاعر تبلیغی کانفرنس ہو چکی ہیں۔ جن حضرات کو ماضی کا موقعہ ملا ہوا ان کو شیدہ نہیں کہ شمالی پنجاب میں یہ کانفرنس اپنی فطرت نہیں رکھتی۔ اس موقع پر پاکستان کے بزرگ ترین مشائخ اور چیدہ چیدہ علماء محرام تشریف فرما ہو کر اپنے خیالات عالیہ سے مستفیض فرماتے ہیں۔ مزید برآں جلسہ پر باہر سے تشریف لائیوالے سامعین کے کھانے کا انتظام مجلس مرکز یہ حزب الانصار کی طرف سے بلا وقفہ ہوتا ہے۔

اب پچیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتوکل علی اللہ جس تاریخ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ جولائی بموافق ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ جولائی ۱۳۸۶ھ بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد کیجا رہی ہے، جس میں مندرجہ ذیل حضرات کو شرکتِ جلسہ کے لئے درخواست کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اکثر حضرات تشریف لاکر ممنون فرمائیں گے :-

حضرت مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رضا آوار شریف	مولانا عبدالرؤف صاحب جھنگ
حضرت محترم صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب لہ شریف	مولانا پیرزادہ محمد بہاؤ الحق صاحب قاسمی
حضرت صاحبزادہ مطلوب الرسول صاحب سجادین لہ شریف	مولانا حدیث محمد صاحب احمد پور سیال
حضرت علامہ مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ موہن	مولانا کریم بخش صاحب پدھراؤ
حضرت محترم پیر سید غوث محمد شاہ رضا سجادہ نشین ترمذی شریف	مولانا سید عبدالرحمن شاہ صاحب کیمیل پوری
حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی	مولانا قاضی عبدالقادر صاحب جمادریاں
حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری لاہور	مولانا سید رسول صاحب بھو چھالوی
حضرت علامہ مولانا دوست محمد صاحب احمد پور شرقیہ	مولانا حافظ اللہ داد صاحب جمادریاں
حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب ایم ایس سیالکوٹ	مولانا محمد امین صاحب جھنگوی
حضرت مولانا غلام محمد صاحب ترمذی لاہور	
حضرت مولانا الحاج فضل صاحب پلرون	صوفی محمد شریف صاحب مہنت خدان
حضرت مولانا امیر الدین صاحب جلال آبادی	محترم کترین صاحب نعت خوان
حضرت مولانا عبدالرحمن شاہ صاحب ملانی	
مولانا محمد بخش صاحب مستم بی، اے لاہور	

# شہزاد

(اداش)

ملار س عربیہ کی تقسیم ملک سے قبل متحدہ موجودہ حالت ہندوستان میں ملک کے مختلف اطراف و جوانب میں اور خصوصاً دہلی اور یوپی میں مدارس عربیہ موجود تھے۔ جن میں قرآن و حدیث، فقہ و اصول اور دوسرے متعلقہ علوم و فنون اور عربی ادب کی تعلیم و تدریس کا انتظام ہوتا تھا۔ اور انگریز کی غلامی اور غیر اسلامی تسلط و تقلب کے باوجود کافی حد تک دینی علوم و فنون کے ساتھ لچپی موجود تھی۔ لیکن اس کے باوجود دیندار مسلمانوں کی طلبی خواہش اور اہل اندازانہ جذبات کی تڑپ یہ تھی کہ یہ سلسلہ تعلیم و تعلم اور بھی پھیل جائے۔ اور اس نظام تعلیم و تدریس کو اور بھی تقویت حاصل ہو۔ ان علوم کے ساتھ مسلمان بچوں اور نوجوانوں کی لچپی اور ان میں انہماک و شغف کا ذوق و شوق ترقی پذیر ہو۔ اور طلبہ و مدرسین اور مدارس کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اور فیوض افادات کے یہ چشمے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سیراب کیا کریں۔

اسی اثنا میں پاکستان کی تحریک شروع ہوئی۔ اور ایک ایک مستقل اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ قوم کے سامنے آیا۔ لیڈروں نے لا الہ الا اللہ کا نعرہ لہق بلند کیا۔ اور مسلمانوں یہ وعدہ کیا کہ تقسیم ملک کی یہ تجویز محض اس لئے پیش کی جا رہی ہے تاکہ اس خالص اسلامی ریاست میں بلا شرکت غیر سے ہم اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی روایات اور اسلامی قانون کو نہ صرف یہ کہ زندہ رکھیں گے، بلکہ ہر شعبہ زندگی میں یہ اسلام کی ایک مثالی ریاست ہوگی۔ اور ہر اسلامی چیز کو خاص ترقی دیا جائیگی۔ مسلمانوں نے ان وعدوں کو ذمہ دار لوگوں کی زبان سے

بار بار ہر کوچہ و بازار اور ہر منبر و محراب اور ہر جلسہ کے پلیٹ فارم سے سنا۔ اور اپنے دلوں کی مٹاؤ اور عمر بھر کی آرزوؤں کی تکمیل سمجھ کر انہیں یقین کر لیا اور مان گئے۔ اور پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا کر اس مطالبہ کے منوانے کیلئے ہر قربانی دینے پر تیار ہو گئے۔ الغرض قوم کے اس متفقہ مطالبہ اور مخلصانہ جدوجہد کی وجہ سے ملک کی تقسیم ہوئی اور پاکستان قائم ہوا۔ اس سلسلہ میں جو کچھ حالات و واقعات پیش آئے، ان کو دہرائے بغیر ہی صرف مطلب بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کہ قیام پاکستان کے بعد قوم کی ساری تمناؤں اور امیدوں کا نہایت بُری طرح خون کیا گیا، اور اب تک کیا جا رہا ہے۔ سات سال کے اس عرصہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کو اجاگر کرنے کی کوشش تو خیر کیا ہوئی، انگریز کی صد سالہ غلامی میں بھی جو اسلامی تہذیب و تمدن کے آثار و نشانات مٹ شکستے ان کے مٹانے کی بھی جدوجہد کی گئی۔ اور کی جا رہی ہے۔ اسلامی روایات کے احیاء اور انہی اشاعت و ترویج کا انتظام تو خیر کیا ہوتا، مدارس و مکاتب کے نوجوان طلبہ کی جو تعلیم و تربیت آج کل ہو رہی ہے اس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ ہمارے نوجوان اسلامی روایات و احادیث سے ہوتے جا رہے ہیں۔ اس طرح اسلامی علوم و فنون کی خاموشی اور انہی تعلیم و تدریس کے لئے مستقل نظام تعلیم کی سعی محمود تو خیر کیا ہوئی، انگریزی دور غلامی میں بھی محفوظ رکھنے والے محد و نظام تعلیم کے پٹنے اور ان مدارس عربیہ کے ساتھ لچپی کی گنجائش نہ ہی۔ جو محض قوم کے چندوں پر ہزار ہا رکاوٹوں کے باوجود کچھ نہ کچھ دینی علوم کی ترویج و اشاعت

تعلیم و تربیت جاری کر دیں، جس سے مسلمانوں کے بچے  
بچے مسلمان ہوں۔ اور مسلمان رہیں۔

اگر صرف غفلت دے تو جی ہوتی تو شاید پیر بھی گنہگار ہو جاتا۔  
سابقہ انگریزی دور غلامی کی طرح اب موجودہ دور میں بھی کچھ  
اللہ کے بندے مشقتیں برداشت کر کے بخوبی طور پر ایسے  
ادائے قائم کرتے اور سلسلہ تعلیم و تدریس جاری رہتا۔ لیکن  
اصل شکایت تو اس کی ہے کہ اس آزاد اسلامی ریاست میں  
ماحول کو اس قدر خراب اور گنہگار دیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے۔  
کہ ایسے ماحول میں سابقہ ٹوٹے پھوٹے مدارس حرمیہ کے  
تحفظ و بقا کا مسئلہ بھی مشکل نظر آ رہا ہے۔ مختلف طریقوں  
سے ایک گونہ منظم طور پر علما کو جس طرح بدنام کیا جا رہا  
ہے، اور ”طاہر“ کا طعنہ دیکھو جس طرح مذہبی ذہن کو  
نشانہ اعتراض و طاعت بنایا جا رہا ہے، اس کے ہوتے  
ہوئے نئی نسلوں میں ان مدارس حرمیہ اور علوم و فنون سر  
کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے دیکھا جا رہا  
ہے کہ آج طالب علموں کی تعداد میں معتد بہ اور محسوس  
کمی ہو رہی ہے۔ کیونکہ ایسے حالات میں مخصوص عزم  
و ہمت خائے اور موبہوب طبعیت کے مستقل مزاج ہی  
مراعات مستقیم پر قائم رہ سکتے ہیں۔ الغرض حالات  
انتہائی مایوس کن اور حوصلہ شکن ہیں۔ اور بظاہر یہ معلوم  
ہوتا ہے کہ پاکستان کے نئے نظام میں علوم دینیہ کے  
مدارس کے لئے فضا بالکل سازگار نہیں۔ لیکن ارباب  
حکومت یہ بجا شکایت کرنے کے علاوہ اس سے بڑھ کر  
قابل افسوس یہ بھی ہے کہ مدارس حرمیہ کے ارباب نظام  
و اہتمام بھی اپنے تحفظ و بقا کے لئے کسی مٹھر مدد و جد سے  
خافل ہیں۔ ان کا آپس میں کوئی ربط و تعلق نہیں۔ تعلیم  
و تدریس میں کسی نظم و نسق کی پابندی نہیں۔ کوئی ایسا

کا کام کر رہے ہیں۔ تقسیم ملک سے قبل جس طرح مختلف قسم کے  
کارخانے اور صنعتی ادارے زیادہ تر بلکہ تقریباً سب کے سب  
ہندوستان کے اس حصہ میں تھے جو اب بھارت کے نام سے علیحدہ  
ہوا ہے، اور پاکستان کے حصہ میں کچھ نہیں آیا یا بہت ہی  
کم آیا ہے۔ اسی طرح دینی علوم و فنون اور قرآن و حدیث کی تعلیم  
و تدریس کے مرکزی مدارس اور تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی ادارے  
بھی اکثر اُس طرف واقع تھے۔ اور پاکستان کے حصہ میں کچھ  
بھی نہیں آیا۔ یا اگرچہ مدارس تھے بھی۔ لیکن ان کا دائرہ کار محدود  
و مختصر تھا۔ اور انکی تعداد اقل قلیل تقسیم ملک کے بعد ہمارے  
سرکاروں نے ملک کو صنعتی بنانے کیلئے کافی حد تک توجہ کی جو۔  
اور ہر چیز کو خود ملک میں تیار کرنے کے لئے ہر سال نئے کارخانے  
اس ملک کے طول و عرض میں بنائے جا رہے ہیں۔ خود ہمیں  
بھی اسکی ضرورت کا احساس ہے اور اس بات سے ہم کو بھی  
خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ ہمارے ارباب اقتدار کسی درجہ  
میں سہی، اس اہم ملکی ضرورت کی طرف متوجہ ہیں۔ لیکن  
افسوس اس کا ہے کہ وہ لوگ ایک اہم تر ضرورت سے بالکل  
خافل و بے پرواہ ہیں۔ اور ان کو اسکی فکر بالکل نہیں کہ جب اہم  
دینی درس لگا دیں اور تعلیمی ادارے وہاں ہندوستان میں رہ  
گئے تو یہاں کے مسلمان بچوں اور نوجوانوں کے لئے حصول  
قرآن و حدیث کے لئے اس ملک میں کیا انتظام ہونا چاہیے۔  
ذمہ دار اور برسر اقتدار لوگوں کی طرف سے دینی کارخانوں یعنی تعلیمی  
تبلیغی اور تصنیفی اداروں کی ذمہ دہر کوشش بھی نہیں کی گئی۔  
بلکہ ان کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں آتا کہ جس اسلامی یا  
کام نام لیسکر اور حسین و خوشنما و مدح کے ہم نے قوم کو  
ساتھ ملا دیا تھا۔ اس ریاست کے زمام کار کو ہاتھ میں لینے اور سیاہ  
و سپید کے مالک ہو جانے کے بعد یہ ہمارا دینی اور اخلاقی فریضہ  
ہے کہ ان وعدوں کو پورا کریں۔ اور سب سے پہلے وہی نظام



رہیں گے۔ میدان جنگ میں کامیابی کے لئے فوج میں عزم و اخلاق، نظم و ضبط، عقل و فہم، جسمانی طاقت اور محنت مصائب کی قوت کا ہونا لازمی ہے۔ لڑائی کے میدان میں اخلاقی قوتوں کی غامضی آزمائش ہوتی ہے۔ کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ جنگ کا آغاز اچھا ہو۔ اور آخر اسی وقت اچھا ہوتا ہے، جب آغاز جنگ سے پہلے زمانہ امن میں لڑائی کی پوری تیاری کر لی جاتے۔ لیکن یہ تیاری بیکار محض ہے۔ اگر فوج کو اس زمانہ میں عمدہ تربیت دیکر سخت جان نہ بنادیا گیا ہو۔ پھر مصائب کے خنداں و فرحان برداشت کرنے کا انحصار قوت جسمانی سے زیادہ اخلاقی قوت پر ہے۔ اس لئے سپہ سالار پر لازم ہے کہ وہ فوج کی اخلاقی تربیت کا بہت زیادہ خیال رکھے۔ کیونکہ دفاعی منصوبوں کی کامیابی کا دار و مدار اخلاقی حالت کے اچھے یا برے ہونے پر ہوتا ہے۔

(۲) اصول و نظریات کی دنیائے اب عمل و تجربہ کی دنیا میں آئے۔ اور انکی صحت کو واقعات و مشاہدات پر منطبق کر کے آزمائے۔ اکثر دفاعی مبصرین کی رائے ہے۔ کہ فرانس ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۰ء کی جنگ عظیم میں محض اس لئے جلد شکست کھا گیا کہ فرانسیسی سپاہی آرام طلب، عیش پسند اور سست حوصلہ تھے۔ اور خود اعتمادی کے جوہر سے تھی دامن۔

گو مہولہ لینی نے اٹلی والوں کو جسمانی اور تعلیمی اعتبار سے فاتح بنادیا تھا۔ مگر اخلاقی مضبوطی کی طرف توجہ نہ کی۔ اس لئے میدان جنگ میں وہ بھی بہت جلد ہی چھوڑ بیٹھے۔

(۳) آپ کو معلوم تھا کہ سالار کو اپنے لشکر کی زندگی کی بازی لگانا پڑتی ہے۔ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور یہ اس وقت تک با حسن الوجہ پوری نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت و فرمانبرداری کے محرکات نہایت قوی نہ ہوں۔ فوج اور سالار فوج میں کامل ربط و ہم آہنگی نہ ہو۔ اعتماد و انقیاد کے

”میر کا فرمان“ نظر نہیں آتا جس میں خوشے دلنوازی ہو۔ اور وہ ”کاروان سے بچھڑے ہوئے“ افراد کو ساتھ ملائے۔ اور حرم سے بدگمانی اشخاص کو نئے عزم و یقین کی دولت سے مالا مال کر دے۔ یہ بالکل بجا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے دور میں درس نظامی کی کتابوں کو نصاب کے لئے منتخب کر کے بہت مناسب کام کیا تھا۔ اور اپنے دور میں اس نصاب نے واقعی علمی دنیا کی بڑی خدمت کی ہے۔ لیکن یہ تو نہ ان بزرگوں نے فرمایا تھا اور نہ عقل و تجربہ یہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ بس قیامت تک ہر دور اور ہر حالت میں نصاب کی انہی کتابوں اور اسی طرز تعلیم و تدریس کو باقی رکھنا فرائض دین میں سے ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی ناجائز اور جرم نا قابل معافی ہے۔ درس نظامی کے مرتب کر نیوالے بزرگوں نے اپنے سے پہلے بزرگوں کی کتابوں میں رد و بدل کر کے اگر ایک نیا نصاب بنایا تھا، اور یہ انہوں نے درست کیا تھا اور اسلاف کی توہین نہ تھی، تو اگر اب بھی حالات زمانہ کو دیکھ کر اور نئے تقاضوں کا لحاظ کر کے متفقہ طور سے علماء کرام اور تجربہ کار مدرسین کچھ ترمیم کریں گے تو نہ یہ بزرگوں کی توہین و تحقیر ہے اور نہ کسی قسم کا غلط اقدام۔ یہ بالکل واقعہ ہے۔ کہ

جب تک نہ زندگی کے حقائق یہ ہوں نظر

تیرا زجاج ہونہ سکے گا حریف سنگ

اسلامی اصول کی قوت کا اصل سرائی (۱) جنرل جیل اور جنرل کیگل اپنی کتاب ”پریش

آف واٹ میں لکھتے ہیں: جنگ شروع کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہے، کہ لڑائی کن کن حالات اور کن کن اثرات کے ماتحت لڑی جائیگی۔ میدان جنگ کس قسم کا ہے۔ فوج کے ہتھیار خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں بدلتے

جذبات میں زندگی نہ ہو۔ اور فوج کو اس بات کا اطمینان ہو۔  
کہ مقصد و جزئیات مقصد سے لیکر سالار کے شخصی کردار  
تک ہر چیز دلکش اور معیار ہی اور سے کرشمہ دامن دل  
می کشد کہ جا اینجا ست۔ کے مصداق قابل تکویم و  
تقلید ہے۔

(۴) شہنشاہ ہر قتل سے اپنے ہرین حرب و دفاع کو  
طلب کر کے ان سے ناکامیوں کی وجہ دریافت کی۔ اور کہا کہ  
عرب سپاہی تعداد میں کم ہیں۔ ان کے ہتھیار تمہارے سامان  
حرب و ضرب کے مقابلے میں نہایت حقیر، ناقص اور  
دقیقا فوسی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے عظیم الشان لشکر  
ان کے مقابلہ میں ٹھہر بھی نہیں سکے؟ سب لوگ خاموش  
ہو کر سوچنے لگے۔ کسی کوئی جواب نہ آیا۔ آخر کچھ دیر کے  
بعد ایک کٹن سال بہادر اٹھا۔ اور اس نے شہنشاہ کو مخاطب  
کر کے کہا: نہ عالی جاہ! عربوں کی فتوحات کا راز انکی اخلاقی  
قوت میں پنہاں ہے۔ وہ مات کا کچھ حصہ اپنے خدا کی عبادت  
میں صرف کرتے ہیں۔ دن کے وقت صبح ضرورت روزہ

نکھتے ہیں۔ کسی انسان پر ظلم نہیں کرتے۔ باہم اخوت و مساوات  
سے رہتے ہیں۔ یہ چند اسباب ہیں، جن کی بنا پر وہ جوی اور دلیر  
ہیں۔ اور دشمن پر غالب آتے ہیں۔ ان کا عزم پہاڑ کی طرح اٹل  
اور مضبوط ہے۔ لیکن روم کے سپاہی..... میں شرم  
و دماغت سے کتنا ہوں..... منور ہیں۔ طرح طرح کی برائیوں  
اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں۔ وہ عہد شکن ہیں۔ غریبوں پر ظلم  
و تشدد کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر عربوں سے دلیری و جانبازی  
میں کمتر ہیں۔

مندرجہ بالا عباراتیں کسی مسجد کے ملا اور دور کھت  
کے امام کی تقریر کے ٹکڑے سے یا اس کی کسی کتاب کے اقتباسات  
نہیں، بلکہ ایک فوجی ماہر

..... کی ایک تازہ تصنیف "حدیث دفاع" کے  
چند اقتباسات ہیں۔ ان عبارات کے پڑھنے سے اعزاز ہوتا  
ہے کہ ایک ماہر حرب اور تجربہ کار فوجی افسر کی رائے یہی ہے کہ  
فوج کی قوت کا اصلی راز انکی اخلاقی قوت ہے۔

### منہر پر واعظ کی جلوہ گری!

..... دنیا دو متحارب نظریات  
کی کشمکش سے آپس میں بٹ چکی ہے۔ ان حالات میں ہم  
کیسے یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ان دونوں متخالف نظریات کی  
موجودگی میں باہمی برداشت کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ اس  
مشکل کے حل کے لئے ہمیں سوشلزم کے تصور سے دور  
جانے کی ضرورت ہے؟ کیا اسلام ان دو متضاد نظریات  
کے درمیان توازن کی کیفیت پیدا نہیں کر سکتا؟ اسلام کے  
روشن خیال نوجوانوں سے میں یہ سوال پوچھتا ہوں۔ یہ آپ  
کا فرض ہے کہ آپ اسلامی نظریات کو موجودہ حالات پر  
نافذ کرنے کے لئے مناسب طریقے اختیار کریں۔

اسلام ایک زمانے میں بڑے عروج پر تھا۔ اس کے  
علمبروار جب دوسرے ملکوں میں جا کر طاقت اور اقتدار کی  
وجہ سے بگڑ گئے تو اس وقت سخت دھکا لگا۔ عثمانی حکومت  
کے زوال کے ہر جگہ مسلمانوں کی حالت خراب ہو گئی۔ اور وہ  
جمود کا شکار ہو گئے۔ اس جمود اور انحطاط کی بڑی وجہ یہ تھی۔



کہ مسلمانوں نے اسلام کے بنیادی اور لافانی اصولوں کو عملی زندگی کے مسائل پر نافذ کرنا چھوڑ دیا۔ آج خوش قسمتی سے ایک نئی زندگی کی نمایاں علامات نظر آ رہی ہیں۔ ان کا اظہار اس احساس کی شکل میں ہو رہا ہے کہ اسلام کی اخلاقی اور روحانی اقدار آج کل پیچیدہ معاشرتی زندگی کی رہنمائی کر سکتی ہیں۔

اسلام ایک جذب نہیں بلکہ یہ اس بڑے گرامیک نظام زندگی ہے۔ جس کا معاشرتی نظام بھی اپنا ہے۔ یہ پگھلنے سے لیکر قبر تک کی زندگی کے لئے فرد کو رہنمائی دیتا ہے۔ یہ فرد اپنے گھروالوں سے تعلقات، معاشرے کے ساتھ روابط، حکومت اور بین الاقوامی دنیا تک کے ساتھ روابط میں رہنمائی کرتا ہے۔

یہ اپنے اصول دیتا ہے جو ہر قسم کے بدلنے ہوئے حالات میں نافذ ہو سکتے ہیں۔ اور انسانی ارتقاء کے مختلف شعبوں میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اصلاحی نظریہ حیات کے اسی پہلو کا احساس اور شعور ہے جس کی وجہ سے موجودہ میداری اور نشاۃ ثانیہ کے آثار نظر آ رہے ہیں۔

یہ بات بہت حوصلہ افزا ہے کہ جیسے تو جوانوں میں ہر ملک میں یہ احساس ابھر رہا ہے کہ ہم اپنے نظریاتی اور ثقافتی ماضی کا جائزہ لیں۔ اور اخلاقی اسلحہ بندی کے لئے زیادہ مضبوط بنیاد فراہم کریں۔ یہ روح ہمیں اس بات کے لئے ابھار سکتی ہے کہ ہم اس عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔

امن، بھائی چارہ، مسادات، خدمت خلق اور انصاف کے دو ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ صرف اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہم اپنے لئے ایک باعزت مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

ایسا اتحاد جو ہم سب کو ایک عظیم اسلامی دولت مشترکہ کے رشتے میں منسلک کر سکے، صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسلام کے متحرک اصول پر قائم ہو سکتا ہے۔ اس

وقت دنیا دو مخالف نظریات میں جچی ہوئی ہے۔ ایک طرف سرمایہ داری اور فرد کی متوازن آزادی کا نظریہ ہے۔ جس پر اگر کوئی پابندی عائد نہ کی جائے تو وہ ضرورتاً زیادہ مادہ پرستانہ بن جاتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں دولت کم سے کم ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جاتی ہے۔ اور دوسرے لوگ مفلسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اشتراکیت ہے، جو ایک جابرانہ اور کھلی نظام حکومت ہے۔ جس میں شادی طاقت چند آدمیوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ جس سے انسانی وقار اور خود داری ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ محض مشین کا ایک پرندہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اس صورت حال نے دنیا کو دو کمپوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک تیسرا ملک اس وقت خلا میں منتظر ہے۔ یہی حالت غیر یقینی ہے۔ وہ جبران و ششدر ہے۔ دنیا کی فضا میں تعطل اور کشیدگی چھائی ہوئی ہے۔ ایک خوفناک تصادم اگر ہو گیا تو اس کا نتیجہ مکمل تباہی ہو گا۔ اور انسانیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ ان حالات میں دنیا مایوسی اور بے چینی سے ایک حل کے لئے چلا رہی ہے۔ وہ ایک درمیانی راستہ چاہتی ہے جو ہم سے لئے زندہ رہنا اور امن کے ساتھ ترقی کرنا ممکن بنائے۔ کیا ممکن نہیں ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک درمیانی راستہ نکل آئے۔ میں مسلمان تو جوانوں سے یہ سوال کرتا ہوں۔ یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اسلام کے بنیادی نظریات کو آج کے حالات پر منطبق کرنے کا راستہ نکالیں۔

اسلامی قانون آزادی اور انفرادی جدوجہد کا حق دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ وہ کچھ ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جو مالدار کو زیادہ مالدار ہونے اور غریب کو زیادہ غریب بنانے سے روکتی ہیں۔ یہ انسانی معاش کو چند آدمیوں کے فائدے کیلئے متعال کرنے سے روکتا ہے۔ یہ انسان کے معاملات کی درست انجام دہی کے لئے ایک اخلاقی ضابطہ بھی دیتا ہے۔ آج بھی اسلام اسی طرح

انسانیت کی رہنمائی کر سکتا ہے، جس طرح تیرہ سو سال پہلے کر سکتا تھا۔

اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں تو چار اسبک پہلا فرض یہ ہے کہ ہم مسلمان اقوام کے درمیان وحدت خیال اور وحدت مقصد پیدا کریں۔ صرف اسی طرح ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ متحارب سیاسی اور معاشرتی نظریات کے درمیان توازن قائم کر سکیں۔  
قارئین کرام! مندرجہ بالا ارشادات کو پورے غور و خوض سے پڑھیں۔ یہ کسی مٹا کا بیان نہیں جس کو ہم نے محض اذیاء حقیقت یا ملازم کے پرہیزگار کیلئے شذرات کے ان کالموں میں جگہ دی ہے۔ بلکہ یہ ہمارے وزیراعظم پاکستان جناب محمد علی صاحب کی ایک طویل و شاندار تقریر کے چند اقتباسات ہیں۔ ۲۲ جنوری ۱۹۷۷ء کو میٹروپولیٹن کراچی کے وسیع میدان میں نوجوانانِ عالم کی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، اس میں ۳۲ ممالک کے ڈیڑھ سو نمائندے شریک تھے۔ مرکزی وزراء، سفارتی نمائندے اور ممتاز شہری بھی موجود تھے۔ اس اہم کانفرنس کے موقع پر جناب محمد علی صاحب نے یہ شاندار اور مثالی تقریر کی۔ اور ضروری تھا کہ اپنے وزیراعظم کے یہ ارشادات ہم بھی اپنی قوم کے نوجوانوں تک پہنچادیں۔ اور اس لئے ہم نے ان اقتباسات کو شذرات کی بجائے شائع کرنا مناسب سمجھا۔

**سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین** | مؤثر جریہ "تسلیم" نے اور ضروری کی اشاعت میں کراچی کے انگریزی اخبار پاکستان اسٹینڈرڈ کے کچھ اقتباسات شائع کئے ہیں۔ اور نکھلے کہ اخبار مذکور کی انفرادی اشاعت میں ایڈیٹر نے جو مقالہ لکھا ہے، یہ اس میں سے کچھ حصہ ہے۔ اس مضمون میں مذکور رسول کے بارے میں نہایت رکیک انداز بیان کے ساتھ ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ جو یقیناً عام مسلمانوں کے عقیدہ

اور مذہبی جذبات کی بنا پر نہایت دل آزار اور اشتعال انگیز ہے۔ بات یہ ہے کہ اس ملک میں چند وہ آذافِ نفس اور مغرب پرست لوگ قرار دے مقاصد کے بعد پریشان ہو رہے ہیں۔ جو یہ چاہتے ہیں کہ بیان وہ اسلام کے نام پر پوری کا فرنا اور عیش و عشرت اور لذاتِ نفسانی میں ڈوبی ہوئی زندگی گزار دیں۔ اور وہ یہ جانتے ہیں کہ سنت رسول اللہ کے ہوتے ہوئے ان کو اپنے عزائم مشکومہ میں کامیابی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے اب وہ پوری کوشش یہ کر رہے ہیں کہ مضامین و مقالات کے ذریعہ عام مسلمانوں میں ایک ذمہ داری انتشار پیدا کریں۔ اور دین کو ایک کھلونا بنا دیں۔ اور سنت رسول اللہ اور تشریحاتِ سلفِ صالحین کی اس طرح توہین و استخفاف کر کے اپنے فضا ہموار کریں۔ اور چونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین اسلام کے پاسانوں اور ان رہنروں کی رہنمائی کی مافقت کرنے والے علماء و کرام کے ہوتے ہوئے انکی کامیابی مشکل ہے۔ اس لئے وہ "ملاؤں" کو کو سنا اور گالیاں دینا بھی اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ اور ان پر دنیا فانیست اور ملاؤں کی پھبتیاں کہتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے دل کا بیڑا نکال دیتے ہیں۔ برقی و پروپیگنڈے اس فنکار کی بنیاد رکھی ہے۔ اور طلوع اسلام کے ذریعہ سے اس شجرہ خبیثہ کی آبیاری کی جا رہی ہے۔ گزشتہ دنوں میں ستمبری صاحب نے اسی مقصد کی خاطر یہ ظاہر مصر کے الاخوان المسلمون کو نشانہ بنا کر مقالات لکھے۔ اور پاکستان میں اسلامی اور دینی نظام کے "خطرات" واضح کر کے "ملاؤں" سے نفرت ڈالنے اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی ایڈیٹر "پاکستان اسٹینڈرڈ" کا یہ مقالہ بھی ہے۔ مگر اس کو اور اس دفعہ و قماش کے تمام لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی یہ ساری کوششیں ناکام ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کہ عام مسلمان اپنی عملی زندگی میں کمزوری اختیار کریں۔ لیکن جہاں تک خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ کی سنت اور احادیث  
مسندہ کا تعلق ہے اس کے ساتھ ایک عامی سے عامی  
مسلمان کو بھی اتنی دالمانہ محبت و عقیدت ہے کہ وہ کسی  
قیمت پر بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی اس پر ذرہ برابر  
بھی دست درازی کر دے۔ پاکستان کے تمام مسلمان حقیقتاً  
یہ کہتے ہیں کہ سنت رسول کی توہین و تحقیر دین اسلام سے  
بناوت و انحراف ہے۔ لہذا "پاکستان اسٹنڈرڈ" کے ایڈیٹر  
نے سنت رسول سے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ ایک قلی اور  
قومی جرم ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ  
اگر یہ باتیں آج کسی غیر مسلم کی زبان و قلم سے نکلی ہوتیں تو  
جہاد سارا پریس ان کو اشتعال انگیز قرار دیتا۔ اور حکومت کے اخبار  
کی بندش اور ایڈیٹر کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کرتا۔ مگر چونکہ اب  
لکھنے والا ایک ایسا شخص ہے جس کا نام مسلمانوں جیسا جی  
لہذا سب دم بخود ہیں۔ ہم حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ  
کرتے ہیں کہ وہ عام مسلمانوں کے صبر و تحمل کو اس طرح نہ آڑا  
کہ وہ رسول اللہ اور سنت رسول اللہ کی یہ توہین اور یلشتحال  
انگیز مضامین دیکھ کر برداشت کرتے رہیں۔ نیز ہم مسلم لیگ  
کے مسلم ارکان سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ لوگوں میں زندگی  
کی کچھ رمق اور اسلامی غیرت کا کوئی شائبہ بھی باقی ہے یا نہیں  
مسلم لیگ کا ترجمان دین و ایمان کی یوں مخالفت کرے۔ اور آپ  
بالکل خاموش بیٹھے تماشہ دیکھتے ہیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا اسم گرامی محض الیکشن کے ووٹوں کے حصول  
کے لئے ہے؟

یہ مصطفیٰ پر ساں خوشیخ کہ دین ہر وہ سنت

اگر یہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

دین و سیاست :- یہ کہنا کہ مذہب اور سیاست دو  
علیحدہ چیزیں ہیں کسی غیر اسلامی نظام حکومت کے متعلق صحیح

ہو تو ہو، مگر اسلامی نظام کے نزدیک یہ ایسا ہوا اور نہ ہی ایسا  
ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام خالصتہً مذہب ہی نہیں۔ بلکہ یہ  
ایک دین ہے۔ یعنی انسانی زندگی کا جامع اور مکمل اسلوب  
اور سیاسیات اس کا اسی قدر جزو ہے جس قدر روحانیت  
یہ الفاظ کسی "فاضل مولانا" کے نہیں۔ بلکہ یہ مشرعب القیدم  
ملک پرنسپل لا کالج لاہور کے ایک مضمون شائع کردہ "تسنیم"  
"ارفروری" کا اقتباس ہے۔ اچھا ہوا، لا کالج کے پرنسپل صاحب  
نے بھی وہی بات کہی جو "مسجد کاٹا" کہہ رہا تھا۔ خدا کرے  
کہ "قانون" کے بڑے استاد کے برصغیر اخبار یہ اعلان کرنے  
کے بعد تو یہ کہنا اور نگہنا جرم نہ ہے۔

بقیہ ص ۱۲ :- مراعتیہ ہے، جس کو چاہیں اپنا امیر بنادیں۔  
یہ لشکر مدینہ کی طرف سے بڑھ کر شام کی طرف روانہ ہوا۔  
صرف تین ہزار کی جمیعت تھی۔ یہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ روم  
کا بادشاہ ہرقل مقام ثواب میں مقیم ہے۔ اور اس کے ساتھ  
دولاکھ سپاہی ہیں۔ اور وہ مسلمانوں کی نقل و حرکت کو دیکھ  
رہے ہیں۔ اسلامی لشکر وراثت مکان میں مقیم رہا۔ مسلمانوں  
کے پاس صرف تین ہزار کی جمیعت تھی۔ افسران سپاہ  
باہم مشورہ کرتے ہیں کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

بقیہ ص ۱۳ :- مراد شاد ہو گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو دانتوں میں  
اپنی خوابگاہ سے دور رہتے۔ اور اپنے رب کو خوف اور  
رحمت کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ تو ایک مختصر جماعت اٹھ گئی۔  
اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گی۔ پھر  
ارشاد ہو گا، کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے  
ذکر سے نہیں روکتا تھا۔ تو ایک تیسری جماعت مختصر سی  
کھڑی ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی۔ اس  
بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔

(درغشور)

# رسائل مسائل

اداسہ بہ

اذا اشتري العصفى والزعفران ليصبغ بها ثياب الناس فعليه فيها الزكوة لان ما يباخذ لا عوض عن الصبغ القاتم بالثوب الا ترى ان عند فساد العقد يصار الى التقويم فكان هذا مال التجارة بخلاف القصاص اذا اشتري الخضر والصابون والقلی لان ذلك الت عملها فيصير مستهلكاً ولا يبقى في الثوب عينه فما يباخذ من الحوض يكون بدل عملها لا بدل الألت - (مبسوط سرخسی جلد ۲ ص ۱۹)

سوال : کیا زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس شخص کو زبان سے یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اس کو زکوٰۃ میں قبول کرو۔ یا اس کی ضرورت نہیں۔ صرف دل میں ادا کرنا زکوٰۃ کی نیت کرنا کافی ہے۔ بعض مستحق فقراء و مساکین رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی خود داری کی وجہ سے مال زکوٰۃ کے نام سے قبول نہیں کرتے۔ حالانکہ ان کی امداد ضروری معلوم ہوتی ہے۔

الجواب : ہر مال زکوٰۃ کو کل مال سے جدا کرتے وقت یا فقیر و مسکین کو دینے وقت ادا کرنا زکوٰۃ کی نیت ضروری ہے۔ لیکن نیت قصد قلبی کو کہتے ہیں۔ لہذا اگر کسی مستحق شخص کو زکوٰۃ دیتے وقت نہ کہے اور دل میں نیت زکوٰۃ کی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ زبان سے کہنا بالکل ضروری نہیں۔ بلکہ فقہائے کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ رشتہ داروں یا ان کے سبب دار بچوں کو عیدی کے نام سے یا ایسے انعام کے نام سے بھی اگر زکوٰۃ کے مال میں سے دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فی الد سر المختار دفع الزکوٰۃ الى صبيان اقاربہ

سوال : سرچم کپڑوں کی چھپاؤ اور رنگائی کا کام کرتے ہیں۔ اور چھپنے اور رنگنے کیلئے ہم نے قریباً ایک ہزار روپیہ کا رنگ لکھا خرید لیا تھا۔ جس میں قریباً چھ سو روپیہ کا ب بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ سال پورا ہوا ہے۔ اور ہم اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ مال زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت میں نے چھ سو روپیہ رنگ کی قیمت بھی ملا کر اندازہ لگایا۔ مگر میرے بھائی نے کہا کہ یہ رنگ تو ہم نے تجارت کے لئے نہیں خریدے۔ بلکہ اسی کو کام میں لانا ہے۔ اور اسی سے اپنی صنعت کو چلانا ہے۔ تو جس طرح دکان کے فرنیچر یا کھیتی باڑی کے آلات و ادوار میں زکوٰۃ نہیں ہوتی، اسی طرح ہمارے رنگ میں بھی زکوٰۃ نہیں بنائے۔ کیا اس کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب : ہر آپ کے بھائی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ آپ کو زکوٰۃ دیتے وقت رنگ کی قیمت مبلغ چھ سو روپیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کر دینی چاہئے۔ فرنیچر اور ادوار پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ آپ جس کپڑے کو چھاپ دیتے یا رنگ کرتے ہیں۔ تو آپ کے اسی رنگ ہی کی وجہ سے اس کپڑے کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور قیمت کی وہ زیادتی ہاتھ کی صنعت کی اجرت کے علاوہ اس رنگ کی قیمت کی وجہ سے ہوتی ہے جو اس کپڑے کو ہوا ہے۔ تو بھائی صاحب کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ہم اس رنگ کی تجارت تو نہیں کرتے۔ اسی نیت سے یہ رنگ آپ نے خریدا ہے کہ کپڑوں کو لگا کر پھراس کی قیمت وصول کر لینی ہے۔ اور اسی کا نام تجارت ہے۔ امام سرخسی نے مبسوط میں اس مسئلہ کو مفصل طور سے ذکر کر دیا ہے۔ و ذکرہ بشرا بن الولید عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ان الصباغ



برسہ عید اولیٰ میثمہ او جہدی الباکورۃ جازالا  
اذانص علی التفویض (ہامش شامی ج ۲ ص ۲۸۷) بلکہ  
بعض فقہاء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض خود دار اور مستحق  
لوگ اگر زکوٰۃ کے نام سے نیتے ہوں، تو یہ ضروری ہو جاتا ہے  
کہ دل میں تو نیت زکوٰۃ کی رکھی جائے، لیکن ظاہر میں کسی اور  
ایسے عنوان سے اسے دیدے، جس عنوان سے لینا اسے گوارا  
ہو۔

سوال : ہر زید کے ذمہ میرا سو روپیہ قرضہ تھا۔ جبکہ حینہ  
میں میں اپنے مال کی زکوٰۃ دیکر تا ہوں۔ میں نے دو شخصوں کو  
جو مستحق زکوٰۃ تھے، یہ کہا کہ تم جاؤ اور زید سے وہ رقم وصول  
کر لو۔ میری طرف سے زکوٰۃ میں قبول کرو۔ پچاس ایک لے لو  
اور پچاس دوسرا، چنانچہ وہ دونوں گئے اور زید نے ان کو  
سو روپیہ دیا۔ اب مجھے ایک شخص نے شک ڈال دیا کہ  
چونکہ فقیروں کو تو آپ نے کچھ نہیں دیا محض حوالہ دیا ہے۔  
یہاں تکلیف نہیں پائی گئی۔ اور زکوٰۃ کے لئے تمہیک ضروری  
ہے۔ تو کیا زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں ؟

الجواب : ہر صورت مندرجہ بالا میں آپ کی زکوٰۃ ادا ہو  
گئی۔ اور فقہی طور پر اس کی صورت یہ بن گئی کہ آپ نے ان  
فقیروں کو اپنی طرف سے وکیل بالقبض بنایا۔ انہوں نے آپ کی  
طرف سے وکالت آپ کا حق زید سے وصول کر لیا۔ اور پھر آپ کی  
طرف سے زکوٰۃ میں وہ عین شے وصول ہو گئی۔ بسو ما سرخشی  
میں ہے : ہر ساجل لی علی ساجل دین نقصان ہی بلہ  
علی آخر عن زکوٰۃ مالہ وامرہ بقبضہ فقبضہ اجزآہ  
لانہ فی القبض وکیلہ فتعین للمقبوض ملکاً لصاحب  
المال فکانت قبض بنفسہ ثم صرف الیہ بنبیۃ الزکوٰۃ  
فیكون مؤدیاً العین دون الدین۔ (مبسوط ج ۳ ص ۲۸۷)  
سوال : ہر زید اور عمرو دونوں دوست تھے۔ جبکہ حینہ

میں عموماً مسلمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زید کے پاس ایک مدرسے  
کا سفیر چندہ بہ تذکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آیا۔ زید نے اس  
روپیہ زکوٰۃ کو اپنی طرف سے ادا کر دی۔ اور دس روپیہ اس نے عمرو  
کی طرف سے دیدیتے۔ اور یہ خیال کیا کہ بعد میں اس سے اجازت  
لے لوں گا۔ یوں بھی وہ زکوٰۃ تو ادا کیا کرتا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ  
کے بعد اس نے عمرو سے کہا کہ یوں میں نے آپ کی بجائے زکوٰۃ  
ادا کر دی ہے۔ اس نے منظور کر لیا۔ تو کیا عمرو کی طرف سے یوں  
زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے ؟

الجواب : ہر جب ابتداء میں عمرو نے زید کو یہ نہیں کہا تھا  
کہ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کرو۔ تو ایسی صورت میں اگر وہ بعد  
میں اجازت دیدے۔ پھر بھی یہ زکوٰۃ عمرو کی طرف سے ادا نہیں  
ہوئی۔ یہ دس روپیہ زید کی طرف سے صدقہ ہوا۔ ہاں اگر عمرو  
نے کہہ دیا ہو کہ میری طرف سے ادا کرو، اور پھر زید ادا کرتا تو  
ایسی صورت میں عمرو کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی۔ اور اگر پھر زید نے  
قرض کی شکل میں دی ہو تو عمرو پر اس کا واجب الادا قرضہ  
ہو گا۔ اور اگر بخشش کے طور پر رقم دی ہو تو عمرو کے لئے یہ  
ہو جائیگا۔ علامہ سرخشی نے بسو ما میں یہ مسئلہ اتنی تفصیل  
کے ساتھ لکھا ہے۔ ساجل تصدی علی ساجل بلہ ساجل  
من مالہ عن زکوٰۃ مال ساجل بخیر امرہ ثم علم بعد  
ذلك ورضی بہ لم یجہا من زکاتہ لان ساضاۃ فی  
الانتہاء انما یؤثر فیما کان موقوفاً علیہ والصدقۃ  
عن المتصدق کان کان تاماً غیر موقوف فلا یؤثر  
فیہ ساضاۃ الآخر بلہ وان کان تصدی علیہ بامرہ  
اجزآہ لانہ یصیر مستقرضاً للمال منہ ان شرط لہ  
الرجوع علیہ او مستوہباً منہ ان لم یشرط لہ ذلك  
والفقیر یكون نائباً عنہ فی القبض یقبض لہ والا ثم  
لنفسہ بخلاف ما اذا ائخذ بالامر فی الابتداء۔

**سوال :** ہر دا، اگر ایک شخص جو صاحب نصاب ہے، سال گزرنے سے پہلے پیشگی زکوٰۃ دیدے، تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟  
 (۱) اور اگر کسی نے پیشگی زکوٰۃ کسی شخص کی زکوٰۃ کو دیدی۔ اتفاقاً سال گزرنے سے پہلے اس کا مال ضائع ہوا اور نصاب مال باقی نہ رہا۔ تو یہ زکوٰۃ کی رقم کس میں شمار ہوگی۔

(۲) اور کیا یہ شخص اگر اس فقیر سے دیا ہوا مال پھر لوٹا یا چاہو تو کیا واپس لوٹا سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :** صاحب نصاب شخص سال گزرنے سے قبل یعنی زکوٰۃ کے واجب ہو جانے سے پہلے بھی اگر پیشگی زکوٰۃ ادا کرے تو یہ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ سال گزرنے کے بعد پھر دینے کی ضرورت نہیں۔ فی بدل اللہ الصنائع، يجوز تعجيل الزکوٰۃ عند عامة العلماء خلافاً لما للشافعی۔ لئلا ما شروا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسلف من العباد زکوٰۃ سنتین وادنی درجات فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجواز۔ (الجزء الثاني منہ)

(۳) اور اگر پیشگی زکوٰۃ دیدینے کے بعد سال گزرنے سے پہلے مال ضائع ہوا اور زکوٰۃ واجب ہی نہ ہوئی، تو یہ ادا کر دہ رقم نفی مدد میں عند اللہ تعالیٰ شمار ہوگی۔ فی بدل اللہ الصنائع واما حکم المحجل اذا لم یقع زکوٰۃ انہ ان وصل لی بد الفقیر یكون تطوعاً سواء وصل الی یدہ من یدہ رب المال او من ید الامام او من یدہ وهو الساعی لانه حصل اصل القرابة وانما التوقف فی صفة الفرضية وصداقة التطوع لا یجمل الرجوع فیما بعد وصولها الی ید الفقیر۔ (رج ۲ منہ)

(۴) جو کچھ فقیر کو دے چکا ہے، اب اس سے واپس نہیں لے سکتا وہ اسی کا ہو گیا ہے۔ اور اس کے لئے صدقہ نازلہ کی توقع فی البدائع ولو عجل زکوٰۃ مالہ ثم هلك المال لم يرجع

على الفقير عندنا۔ وقال الشافعی يرجع علیه اذا كان قال لہ انها معجلة وهذا غیر مسلم ید لان الصدقة وقصتی فی محل الصدقة وهو الفقیر بنية الزکوٰۃ فلا یجمل الرجوع كما اذا لم یقل انها معجلة۔ (رج ۲ منہ)  
**سوال :** ہر ہم لوگ بازار میں یوں خرید و فروخت کرتے ہیں کہ کسی تاجر سے سودا کر کے کوئی چیز خرید لیتے ہیں۔ اور جو قیمت مقرر ہو جاتی ہے، اس میں سے تھوڑی سی رقم بیعانہ کے نام سے دیدیتے ہیں۔ اور یہ طے کر لیتے ہیں کہ مثلاً دس روز میں ہم باقی رقم دیکر مال اٹھالیں گے۔ اور اگر ہم رقم ادا نہ کی تو یہ بیعانہ آپ ہی لے لیں۔ اور مال آپ جہاں چاہیں پھر فروخت کر دیں۔ کیا یہ معاملہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور جو بیعانہ دیا ہے وہ بائع کے لئے جائز ہے یا نہیں، مشتری اسے واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟

**الجواب :** ہر عند رجب معاملہ کو اصطلاح فقہ وحدیث میں بیع عریان کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت قدیمہ میں بھی لوگ ایسا کرتے تھے۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ عن عمر وبن شعیب عن امیہ عن جندب قال سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع العریان رواہ مالک والبوداؤد وابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ شریف باب النبی عنہما من البیوع)۔ بیع عریان کی تفسیر و تشریح یہ کی گئی ہے، هو ان یشتری السلعة و یدفع الی صاحبها شیئاً علی انہ ان مضی البیع حسب من الثمن وان لم یض البیع کان لصاحب السلعة ولم یرتجعه المشتري وهو بیع باطل عند الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ لما فیہ من الشرط والغیرہ (التعلیق الصبیح ج ۳ منہ ۳)

پس معلوم ہوا کہ اس طرح بیع ہوئی نہیں۔ بائع کیلئے

# صحابہ کا شوق شہادت

شہادت کے مطلق و مقصود مومن ✦ نہ مال غنیمت نہ کشور شانی !  
( از جناب مولانا رحمت اللہ صاحب عرو فی )

خیبر کا محاصرہ کیا، اور یہود جنگ کی تیاری کرنے لگے تو اسوٰی  
راعی نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے ؟  
یہود نے کہا کہ اس شخص سے جنگ ہے جو نبوت  
کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے دل میں رسول اکرم  
کی محبت جاگن ہو گئی۔ اسلام کی محبت کے جذبات پیدا  
ہوئے۔ وہ اپنی بکریاں لئے ہوئے حضور کے پاس آئے  
اور حضور سے اسود راعی کی حسب ذیل گفتگو ہوئی :  
اسود راعیؓ : مر آپ کیا کہتے ہیں، اور کس بات کی دعوت  
دیتے ہیں ؟

نبی اکرمؐ : مر ہم اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ خدا کے  
سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور مجھے خدا کا رسول سمجھو !  
اسود راعیؓ : مر اگر ہم خدائے ذوالجلال پر ایمان لے آئیں،  
اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہمیں کیا اجر ملے گا ؟  
نبی اکرمؐ : مر تم کو شہادت کا درجہ عظیم ملے گا، اور آخرت  
میں جنت الفردوس !

اسود راعیؓ : مر یہ بکریاں میرے پاس ہیں انکو کیا کروں ؟  
نبی اکرمؐ : مر انکو قلعہ کی طرف ہنکا دو اور کنکریاں پھینک دو  
یہ سب اپنے مالک کے پاس پہنچ جائیں گی !

اسود راعیؓ : مر اے خدا کے برگزیدہ رسول ! میں آپ پر  
قربان ہو جاتا ہوں، میرا چہرہ بد شکل ہے، میرے بدن میں  
بدبوہر، میرے پاس کچھ مال نہیں ہے۔ اگر خدا کی راہ میں

مصابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہادت کا کتنا شوق  
تھا ؟ خدا کی راہ میں سرکٹا دینے اور اسلام کے جھنڈے کو سر بلند  
رکھنے کا کتنا بے پناہ جذبہ ان کے اندر تھا ؟ یہ آپ کو ذیل میں  
صحابہ کے حالات شہادت ملاحظہ کرنے کے بعد ۔۔۔۔۔

معلوم ہو جائے گا کہ  
صحابہ کے لئے جہاد کا "محرك" اور اس جذبہ کی بنیاد اور غرور  
و غایت کیا تھی ؟

"نازہ خواہی داشتن گرد اغمائے سینہ ما  
گا ہے گا ہے باز خواں این فتر یاد مہ را"

اسود راعیؓ : مر حضرت اسود راعی قبیلہ خیبر کے ایک  
جہشی چرواہے تھے۔ جب رسول اکرمؐ (فداہ ابی واسی) نے

کا آخری قطرہ بہادوں - مجھ کو شہادت کا درجہ بلند ہے اور ہم جنت الفردوس میں پہنچ جائیں گے۔

رسول اکرمؐ: اگر تم سچے ہو تو خدا تم کو یہ بھی عنایت فرمائے گا۔ آخر اس شہادت کے متوالے نے قتال شدید کیا اور شہید ہو گئے۔ جب انکی نعش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا، کیا یہ وہی ہے؟ کیا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا شہادت کے مشیدائی کو شہادت مل گئی۔

### حضرت حنظلہؓ

مدینہ میں جہاد کا اعلان ہوتا ہے، منادی کرنے والا اعلان کرتا ہے۔

”کون ہے جو خدا کی راہ میں اپنی گردن کٹائے؟“

کہاں ہیں اعلا رکلمۃ اللہ کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے والے! — صحابہ جوق جوق درجوق لبیک یا رسول اللہ لبیک حاضر ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت حنظلہؓ اپنی عروسؓ نو کے ساتھ مصروف اختلاط ہیں۔ نئے نئے جوڑے محبت کی پاک شراب پیکر متوالے ہو رہے ہیں۔ بازو نیاز ہے، دلوں میں ہر امنگ ہے۔ ناگاہ جہاد کے اعلان کی آواز کان میں پہنچتی ہے، آپ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ محبت کی رنگینوں پر لات مار دیتے ہیں۔ اور لبیک لبیک کہتے ہوئے والہانہ اعلان میں دوڑتے ہوئے حاضر خدمت اقدس ہو جاتے ہیں۔

غزوہ احد میں شریک ہوتے ہیں۔ آپ کا اور ابوسفیانؓ کا مقابلہ ہوتا ہے، آپ ابسپر غالب ہوتے ہیں کہ ابوسفیانؓ کی مدد شداد بن الاسود کرتا ہے اور آپ شہید ہو جاتے ہیں۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حنظلہؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کے گھر میں پوچھو کہ ان کے ساتھ یہ خاص معاملہ کیوں ہوا؟ انکی دامن نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ

میں شہید ہو جاؤں تو کیا مجھے شہادت کا وہ درجہ عظیم ملے گا اور کیا میں بھی جنت میں داخل ہوں گا؟

نبی اکرمؐ: ہر بیشک! کیونکہ اسلام میں امیر و مغرب اور کمے کو لے کا کوئی امتیاز نہیں ہے!

اس گفتگو کے بعد اس اسلام کے فدائی نے تلوار ہاتھ میں لی اور دشمنوں کے لشکر میں گھس پڑے۔ اور شہید ہو گئے۔ اس جانباز کی لاش جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا:

”خدا نے اس کا چہرہ حسین کر دیا، اس کے بدن کو خوشبودار کر دیا، اور اس کو جنت میں خودی خدمت کے لئے لیں۔“

### ایک اعرابی

ایک اعرابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے۔ غزوہ خیبر میں وہ بھی جہاد کے قصد سے آئے۔ خیبر کا کوئی قلعہ فتح ہوا تو مال غنیمت میں انکو بھی حصہ ملا۔ وہ اس وقت رسول اللہ کا اونٹ پرانے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ جب آئے تو ان کا حصہ ان کو دیدیا گیا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ رسول اللہ نے مال غنیمت میں سے تم کو دیا ہے۔ وہ اس کو لئے ہوئے حضور کی خدمت میں آئے۔ اور سوال کیا: اے خدا کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر خدا

ہوں، یہ کیا ہے؟

رسول کریمؐ: ہر (مسکرا کر) یہ تم نے تم کو مال غنیمت میں سے دیا ہے!

اعرابی: ہر قسم ہے اس خدا نے ذوالجلال کی جس نے آپ کو رسول بنایا ہے۔ میں نے اسلام اس لئے قبول نہیں کیا ہے۔ میں نے آپ کی اتباع اس لئے کی ہے کہ خدا کی راہ میں اپنے خون



جنسی تھے۔ اسی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پھر فوراً شوق میں غسل کرنا بھول گئے۔

### حضرت خبیب رضی

قبیلہ غنصل وقارہ کے کچھ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کچھ لوگ مسلمان ہوتے ہیں انکی تعلیم کے لئے آپ کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں کیونکہ وہ لوگ قرآنی تعلیمات سے ہنوز نا بلد ہیں۔ آپ نے ان کے ساتھ چھ آدمی کر دیئے۔ اور عامر بن ناجیہ کو انکا سردار کر دیا۔ جب یہ لوگ مقام ریح تک پہنچے تو ان غداروں نے دھوکہ دیا اور بنی ہذیل کو آواز دی، وہ تلواریں لئے ہوئے پہنچے۔ صحابہ بھی تلواریں کھینچ کر لڑنے پر تیار ہو گئے۔ مگر ان بے ایمانوں نے کہ ہم تم کو تکلیف نہیں پہنچا رہے تھے۔ صرف تمہارے بدلے اہل کسے روپیہ لینا چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ آؤ، ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔ مگر دھوکہ دیا۔ حضرت مرثد، خالد، عامر نے کہا ہم غدار کا حکم بھی نہیں قبول کریں گے۔ شہادت کی ماہ ہمارے لئے کھلی ہوئی ہے۔ حضرت خبیب، حضرت زید اور حضرت عبداللہ نے نرمی کی۔ اور ان غداروں پر ہمدردی کر لیا۔ انھوں نے انکو قید کر لیا اور دسیوں سے جکڑ دیا۔ عبداللہ راستہ میں ہاتھ جھڑانے پر قادر ہو گئے۔ اور تلوار ہاتھ میں لے لی۔ مگر ان لعلیوں نے دور ہی سے پتھر مار مار کر شہید کر دیا۔ حضرت زید کو کہہ گئے قریش کے پاس ہذیل کے دو قیدی تھے ان کے بدلے ان کو بیچ دیا۔ حضرت خبیب کو جحیم بن اباب تمیمی نے لیا۔ اور حضرت زید کو صفوان بن وثنہ نے!

صفوان نے اپنے غلام کے ہاتھ حضرت زید کو حرم کے باہر بیجا تاکہ قتل کئے جائیں۔ کچھ قریش بھی اس قتل کا تماشا دیکھنے گئے۔ اور ان میں ابو سفیان بھی تھا۔ اس نے پوچھا

کہ لے زید کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے تاکہ تم اہل و عیال میں مسرت کرو اور تمہارے بدلے ہم محمد کی گردن ماریں۔ حضرت زید نے کہا واللہ ہمیں یہ بھی پسند نہیں ہے کہ ہم تو امام سے رہیں اور محمد کے پیروں کا شاہجہد جائے۔ ابو سفیان نے کہا واللہ میں نے کسی کو کسی کا اتنا محب نہیں پایا جیسا کہ محمد کے اصحاب کچھ کو دوست رکھتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت زید کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب صلیب پر چڑھا کے لئے حرم سے باہر لے گئے تو انہوں نے اجازت لیکر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ میں مومن کے خوف کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو میں اور تاخیر کرتا۔ اس کے بعد اپنے یہ دعا کی:

اللہم احصہم عددًا واقتلہم بددا ولا تغادرنا منہم احدا۔ اس کے بعد چند اشعار پڑھے، جو خلوص و صداقت سے برقرار تھے۔ دو شعرا ام بخاری نے اپنے صبیح میں نقل کئے ہیں۔ ہم انہی کو نقل کرتے ہیں۔

ولست ابالی حین اقل مسلما۔ حیا شق کان فی اللہ مضجع  
وذلك فخذت الالہمان یشاء۔ مبارک علی اوصال شلو مناع  
اس کے بعد اس سپر صبر و رضا کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

### حضرت جعفر طیار رضی

جب مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت زبردست ہو گئی۔ اور اسلام غالب آگیا تو آپ نے ایک لشکر شام کی طرف بھیجنے کا قصد کیا۔ جب یہ لشکر تیار ہوا تو حضرت نے فوج کا علم زید بن حارثہ کو عنایت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو علم جعفر کے سپرد کیا جائے، اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو، اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں

بقیہ رسائل مسائل از مسئلہ: در شمس الاسلام کے گذشتہ شمارہ بابت ماہ فردی میں رسائل و مسائل میں ایک سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ درج ہو سکا تھا۔ زیر نظر اشاعت میں مسئلہ کی تفصیل اور حوالہ درج کیا جاتا ہے:

سائل کے سوال کا جواب یہ لکھا گیا تھا کہ جو لوگ اپنے وطن سے باہر جا کر کسی دوسرے وطن میں اس طرح رہائش رکھتے ہوں کہ کسی ایک، متعین مقام پر انہی اقامتیں ہوتی۔ بلکہ ادھر ادھر چند دن یاں چند دن وہاں پھرتے رہتے ہیں، تو اگرچہ وہ اس طرح ایک خاص علاقہ یا چند دیہات میں پانچ چھ مہینے رہیں تب بھی وہ شرعاً مسافر ہوں گے اور نماز قمر ادا کریں گے۔ علامہ شامی نے جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مبسوط سرخسی اور بدائع الصنائع میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح ذکر ہے۔ ہم ان دو معتد کتابوں کے حوالے درج کرتے ہیں: مرفعی المبسوط (واذا قدم الکوفی مکة وهو یسوی ان یتیم ینہا وبینہا خمسة عشر یوماً فهو مسافر) لان فية الاقامة ما یکون فی موضع واحد فان الاقامة عند السفر والافتقال من ارض الى ارض یکون ضرراً فی الارض ولوجود زمانية الاقامة فی موضعین جوزنا فیما زاد علی ذلك فیودی الی القول بان السفر لا یحقق لانک اذا جمعت اقامة المسافر الراحل سہما یزید فی ذلك علی خمسة عشر یوماً وھذا اذا انوی الاقامة فی موضعین بمكة و منی والکوفة والحيرة فان کان عزم علی ان یتیم بالیالی فی احد الموضعین وینخرج بالانھاس الی الموضع الآخر فان دخل أولاً الموضع الذی عزم علی اللقام فیہ بالانھار لا یصیر مقيماً وان دخل الموضع الذی دخل علی الاقامة فیہ بالیالی یصیر مقيماً ثم ما

الخروج الی الموضع الآخر لا یصیر مسافراً لان موضع اقامة الرجل حیث ینبت فیہ۔ الا تری انک اذا قلت للسوق ان تسکن یقول فی محلة کذا وھو بالانھار یمکون فی السوق انتھی (مبسوط جلد اول ص ۳۶)

اور بدائع الصنائع کی عبارت یہ ہے: وما اتحاد المكان فالشروط فية مدة الاقامة فی مكان واحد لان الاقامة قد اسره ولا انتقال یضاده ولا بد من الانتقال فی مکانین واذ اعرفت هذا فنقول اذا انوی للمسافر الاقامة خمسة عشر یوماً فی موضعین فان کاننا مصراً واحداً اقمیة واحدة صا رہم قیماً لانھما متحدان حکماً الا تری انک لو خرج الیہ مسافراً لم یقتض فخذ وجن الشرط وھو فية کمال مدة الاقامة فی مكان واحد فصار مقيماً وان کاننا مصرین بخومكة ومنی والکوفة والحيرة او قریتین او احدھما مصری والاخر قریة لا یصیر مقيماً لانھما مکانان متبانیان حقیقۃً وحکماً الا تری انک لو خرج الیہ المسافر یقصر فلم یوجد الشرط وھو فية الاقامة فی موضع واحد خمسة عشر یوماً فلغت فیتة۔ انتھی (بدائع الصنائع جلد اول مشہور) +

بقیہ صفحہ ۲۳ کا لم سے آگے: اور بڑے ادیب انہوں نے عرض کیا: حضور! اب چونکہ میرا حق ثابت ہو چکا ہے۔ او آپ نے بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ لہذا اپنے حق پر قابض ہونے کے بعد اب میں اس پر نالے اور اپنے ساتھ مکان کو حضور کے قریب میں دیتا ہوں، اسے ڈھاکر مسجد نبوی کو وسیع کر لیں تاکہ نماز کو جو مسجد کی تنگی کی وجہ سے جو تکلیف ہو وہ دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ میری اس قربانی کو قبول فرمائے + (ماخوذ)

تھا۔ فضائے  
محکاتی، تو  
اور حبیب  
کی سی خلا  
جیسے کہ  
ایک چھوٹ  
سپاہی رائے  
سوال اور کہ  
ہوا تھا  
اسلامی کا  
تھا۔ جو  
اور مضرب  
باقی تھا۔  
اس جلد  
الجنائی

ہو چکا  
پرہ  
ہوتا تھا  
کے  
کی بڑھ  
وہ نظر

# فول ملے اور عزائم

(از محترم احمد اللہ صاحب ظفر لاہور)

ایک کے پیچھے ایک کئی فوجی موٹریں چلی آرہی تھیں۔ رات کے خوفناک سناتے ہیں ان کی آواز بڑی ہیہیت ناگ تھی۔ یہ موٹریں فوجی سپاہیوں کی بھری ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ دو جیب کاریں بھی تھیں۔ جن میں چار اعلیٰ فوجی افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ لوگ بہترین اسلحہ سے لیس ہو کر کوئی معرکہ سر کرنے جا رہے ہیں۔ اب یہ قافلہ اسی مکان پر آکر رک گیا۔ جیب میں بیٹھے ہوئے ایک افسر نے حکم دیا۔ جن کے سنتے ہی موٹروں سے مسلح سپاہی اتر کر مکان کے چاروں طرف پھیلنے لگے۔ پوزیشن لے لی گئیں۔ اور یہ لوگ ہر رنگامی حالت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو کر بیٹھ گئے۔ اب جیب سے وہی فوجی افسر اترتا ہوا تھا۔ نئی طرز کا ایک چھوٹا سا ہتھیار تھا۔ جو پستول سے مشابہ تھا۔ خراماں خراماں چلتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچا۔ اور آہستہ سے کھٹکھٹانے لگا۔ ایک ہی لمحہ کے بعد مکان کے اندر روشنی معلوم ہوئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے مکیں پہلے ہی باگ لے رہے ہوں۔ بجلا جس ملک کا حکمران ناصر جیسا احسان فراموش، ظالم اور حقیقی اسلام کو ملیا میٹ کر دینے کا بزعم خود عزم رکھنے والا ہو۔ اس ملک میں بسنے والا وہ انسان جو اسلام کا احیاء چاہتا ہو، اور اس کے لئے جان و مال کی بازی لگا دینے والوں کا قافلہ سالار ہو۔ کیسے آرام، چین اور سکون کی نیند سو سکتا ہے۔ اسے تو ہر وقت ہمارا ٹوٹ پڑنے کا خطرہ لگا رہتا ہو گا۔ مگرے میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ تھے والا ایک معجز اور بار عجب انسان تھا۔ اس نے ایک اچھتی سی نظر دروازہ کھٹکھٹا دے پر ڈالی۔ اور دھیمی آواز سے بولا کہ کہتے کیا بات ہے؟

رات تاریک اور خوفناک تھی، چاروں طرف ہمو کا عالم تھا۔ فضا پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ہوا جب درختوں کی ٹہنیوں سے ٹکراتی، تو سائیں سائیں کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ تارکول کی سیاہ اور حبیب شرک دوزخک بھختی چلی گئی تھی۔ ماحول میں قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سناٹے بھی خاموش تھے۔ جیسے کسی دردناک واقعہ کا انتظار کر رہے ہوں۔ شرک کے کنارے ایک چھوٹا سا خوبصورت کوشی نما مکان تھا۔ اس پر وہ فوجی سپاہی رائفلوں سے مسلح پہرے لگے تھے۔ ان کی قدموں کی چاپ کے سوا اور کوئی آواز نہ آرہی تھی۔ مکان پر ایک چھوٹا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔

سید عبدالقادر عودہ، یہ وہ انسان تھا جو مصر کی تحریک اسلامی کا سرخیل تھا۔ جو اسلام کے سپہ سالار کا دست راست تھا۔ جو اس عظیم الشان کتاب کا مصنف تھا، جس نے مسکت اور مضبوط دلائل سے اسلام کے فوجداری قوانین کو دنیا کے باقی تمام قوانین سے بلند و برتر اور پر عظمت ثابت کیا تھا۔ اس جلیل القدر انسان کی اس جلیل القدر تصنیف "الفکر لبحر الجنائی فی الاسلام" کا ترجمہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں ہو چکا تھا۔ اس قابل اہتمام انسان کے مکان پر فوجی حکومتی سپرہ بٹھا دیا تھا۔ دفعۃً گھر در در کی آواز پیدا ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کئی موٹریں ایک ساتھ چلی آرہی ہوں۔ پہرے کے سپاہی منہ اٹھا اٹھا کر آواز کی طرف دیکھنے لگے۔ موٹروں کی بڑھتی ہوئی تیز روشنی سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور وہ نظریں جھکا لینے پر مجبور ہو گئے۔

بجائے اس کے کہ وہ فوجی افسر کوئی جواب دیتا، اندر داخل ہو گیا۔ اور اس شخص کا ازسرتا پا جائزہ لیکر کھت آواز سے بولا تو کیا تم ہی عہد افتاد ہو؟ ”ہاں! مجاہد نے استقلال سے جواب دیا۔ ”کہتے کیا بات ہے؟“ ہم تمہیں گرفتار کرنے اور تمہارے مکان کی تلاشی لینے آئے ہیں۔ تم اس وقت حراست میں ہو۔ ہٹے جلتے کی کوشش نہ کرنا۔ باہر مسلح سپاہی میرے اشارے کے منتظر کھڑے ہیں۔ تمہارے مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔“ فوجی افسر نے درشتی سے سب کچھ کہہ دیا۔ مجاہد کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ سنجیدگی سے بولا: ”آپ مطمئن رہتے۔ میں اتنا خطرناک نہیں ہوں جتنا آپ سمجھے ہوئے ہیں۔ ایک لمحہ کمرے کی طرف اشارہ کر کے، یہ میرا دفتر ہے۔ آپ اطمینان سے تلاشی لے سکتے ہیں۔“ فوجی افسر گھور گھور کر دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے منہ سے کوئی آواز نکالی۔ دو آدمی بہتول تھانے اندر داخل ہوئے۔ افسر نے انکو کہا: ”تم یہاں کھڑے رہو۔ اور اس پر نظر رکھو۔ اگر ذرا بھی حرکت کرے، فورا گو لی چلا دو۔“ یہ کہہ کر وہ دفتر کے اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اندر سے آواز دی، ”پانچ چھ سپاہی باہر سے اندر بلائے گئے۔ اور وہ بھی تلاشی میں افسر کا ہاتھ بٹانے لگے۔“

تصنیف و تالیف کا تمام سامان، غیر مطبوعہ مسودے مجاہد کے خطوط اور ذاتی حساب و کتاب و دیگر چیزیں دفتر میں بند کر کے مقفل کر کے دفتر کو سر بمکر کر دیا گیا۔ مجاہد کا تنہا سارا کام حیرانی سے کھڑا یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

رات آخری چمکیاں لے رہی تھیں اتنی مشرق کی طرف سے کرنوں کی فوج فتح کے پرچم لہرائی ہوئی درازہ گھسی آرہی تھی۔ اندھیرا چھٹ رہا تھا۔ اور اس کی جگہ اجلا بڑھا چلا آرہا تھا۔ مجاہد کو پاہر زنجیر کر دیا گیا۔ اور یہ فوج اپنا محرکہ سر کر کے رخصت ہونے لگی۔ تنہا کا بیٹا بانہ آگے بڑھا۔ اور اپنے باپ سے

پٹ گیا۔ آپ کہاں جا رہے ہیں دایا جان! مجھے بھی ساتھ لے جائیے۔ آپ نے یہ لوہا کیوں پہن رکھا ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو آپ کو لئے جا رہے ہیں؟“ بچہ اپنی لوتی نہ ملنے میں سوال پر سوال کئے جارہا تھا۔ باپ نے چمکارتے ہوئے کہا: ”بیٹا تم اپنی امی کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں سب کچھ بتا دیں گی۔ میں ایک اہم سفر پر جا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ جلد لوٹوں گا۔ تم دعا کرتے رہنا۔ جاؤ بیٹے، اچھے بچے خدا نہیں کیا کرتے۔“ بچہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ لوگ مجاہد کو اپنے محاصرے میں دھکی کر روانہ ہو گئے۔ بچہ دروازے تک پیچھے پیچھے آیا۔ اور جب موٹریں نظروں سے اوجھل ہو گئیں تب بھاگا بھاگا اپنی امی کے پاس پہنچا: ”امی امی! یہ لوگ میرے ابا کو کہاں لے گئے ہیں؟“ مجاہد کی بیوی اتنی پوچھتے ہوئے بولی: ”بیٹا! تمہارے ابا جہاد پر گئے ہیں۔“ بچہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔ ”جہاد پر قید ہو کر جانے کا یہ طریقہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔“ بیٹے! تم ابھی بچے ہو۔ تم یہ باتیں نہ سمجھ سکو گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو کبھی قید بھی ہوتا پڑتا ہے۔ اور اس کے لئے جہاد کا میدان بن جاتا ہے۔ جیل کی کوٹھڑی میں جہاد، میدان جہاد میں جدال و قتال سے زیادہ سخت اور صبر آزمایا ہوتا ہے۔“ مجاہد کی بیوی غم سے ڈوبی ہوئی آواز میں بولی: ”چلو بیٹا ناؤ دھوؤ اور پڑھنے کی تیاری کرو۔“ تنہا بچہ حیران و ششدر کھڑا تھا۔ وہ کچھ نہ سمجھنے کے باوجود سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ ..... مکان کے باہر پہرہ پرستہ تھا۔ شہر میں ٹھینک اور بکتر بند گاڑیاں گشت کر رہی تھیں۔ مجاہد کے علاوہ سینکڑوں دوسرے مجاہدین کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

ایک ہفتہ کے بعد مجاہد کی بیوی کو اطلاع دی گئی کہ تمہارے خاوند کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے۔ تم



اپنے شوہر سے ملاقات کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مجاہد کی بیوی یہ اطلاع سن کر سن ہو گئی، درد و کرب اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ لیکن مجاہد کی تربیت کا اثر اپنا کام کر گیا۔ وہ آنسو پی گئی۔ اور جلدی جلدی اپنے بیٹے کو ساتھ لیکر فوجی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ چند ہی منٹوں بعد وہ جیل پہنچ گئی۔ اب وہ اپنے جلیل القدر شوہر کے سامنے ہونیوالی تھی۔ ایک بار پھر اس نے اپنی قوتوں کو مجتمع کیا۔ اور صبر کا مجسمہ بن کر ملاقات کے کمرے میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد مجاہد کمرے کے اندر داخل ہوا۔ دونوں میاں بیوی آمنے سامنے کھڑے تھے۔ لیکن خاموش۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کھو میں باتیں کر رہے ہوں۔ مجاہد کے چہرے پر سکون چھایا ہوا تھا۔ ایسا سکون اور اطمینان جیسے سمندر میں طوفان آنے سے پہلے سمندر کی لہروں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ مجاہد کی بیوی حزن و ملال کی تصویر بنی کھڑی تھی۔ اور ان کا ہونسا بیٹا کبھی ماں اور کبھی باپ کی طرف تیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ بالآخر مجاہد کی بیوی صبر نہ کر سکی۔ درد و اندوہ کا وہ لاوہ جوا نہ رہی اندر پک رہا تھا، پھٹ پڑا۔ سسکیاں لیتی ہوئی بولی: ”کیا واقعی..... کیا واقعی..... اس کی زبان آگے کام نہ کر سکی۔ اندھی ہوئی آواز بیٹھ گئی۔ مجاہد پُر عزم لہجے میں بولا۔ ”ہاں میری رفیقہ حیات ہاں۔ واقعی اب میں دار پر چڑھنے والا ہوں۔ پھر بھی تم مالک الملک پر بھروسہ رکھو۔ شاید..... لیکن اس کی امید بہت کم ہے۔ جو حملہ نہ ہارنا میری پیاری رفیقہ! میرے بچوں کو بزدل نہ ہونے دینا۔ تم جانتی ہی ہو کہ تمہارے ذمہ میں کتنا اہم کام ڈال رہا ہوں۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ تم اس کام کو سرانجام دے سکو گی۔ میری خیر موجودگی میں تمہاری ذمہ داریاں اور مشکلات بڑھ جائیں گی۔ لیکن اگر تم صبر اور حوصلہ سے کام لو گی۔ تو یقیناً ان سے عمدہ براہوئے

کے لئے خداوند کریم تمہاری امداد کریں گے۔ اور ہاں میرے اس انجام سے دل شکست نہ ہونا۔ میرا یہ انجام تو میری ان تمنائوں اور خواہشوں کے عین مطابق ہے، جو مدت سے میرے دل میں بیدار ہو چکے تھیں۔ میری ہر دم یہ دعا رہتی تھی کہ خدایا مجھ سے وہ کام لے جو تو اپنے سب سے زیادہ فرمانبردار بندوں سے لیا کرتا ہے۔ اور آج میں خوش ہوں کہ میری دعائیں قبول ہو رہی ہیں۔ مجھے شہادت نصیب ہو رہی ہے۔ میرے اس انجام پر خوش ہو تو۔ آج تمہارے لئے مسرت کا دن ہے۔ تم دیکھ لینا میرے خون کے ایک ایک قطرے سے گلشن اسلام میں ایک نئی بہار پیدا ہو گی۔ اور انشاء اللہ میرا امد میرے ساتھیوں کا خون ایک دن رنگ لائیگا۔ اسلام کے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور اسلام کا میاب و کامرانی ہو گا۔

مجاہد بوئے جار ہا تھا۔ اور مجاہد کی بیوی کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ ایک نیا عزم اور ولولہ اس کے سینے میں بیدار ہو رہا تھا۔ پُر استقلال لہجے میں بولی: ”میرے سرتاج! آپ اطمینان رکھئے۔ آپ کی تربیت یافتہ بیوی آپ کے ارادوں کو تکمیل تک پہنچا سکیگی۔ اور آپ کی اولاد کو اس طرح تیار کرے گی جو ایک دن اس باطل کے نظام کو الٹ کر رکھ دے۔ خدا تمہارا نگہبان ہو۔ اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے۔ یہ کمکر مجاہد نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا۔ اور پیار کر کے چھوڑ دیا۔ اور وہ اپنے گھروں کو واپس آگئے۔

اگلے روز ماں اور بچے مجاہد کی لاش کے پاس کھڑے تھے۔ شہید کی بیوی مجسم حسرت و یاس تھی۔ اس کے دل میں شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس کا چہرہ اس کے جذبات کا آئینہ دار تھا۔ لیکن وہ پرسکون کھڑی تھی۔ پاس ہی اس کے دونوں بچے ایک ننھی سی لڑکی اور ایک لڑکا کھڑا تھا۔ اس کے شہید باپ کے آدھے کھلے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

# امیر المؤمنین کا حیران کن انصاف

۱۔ اس کی آج ایک دلچسپ مثال سنیے :-

۲۔ حضرت عباسؓ کے مکان کا ایک پرناہ مسجد نبویؐ میں گرتا تھا۔ اس سے بعض اوقات نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز اس پر نالے کو حضرت عباسؓ کی اطلاع اور مرضی کے بغیر اکھاڑ ڈالا۔ حضرت عباسؓ نے قاضی شہرانی بن کعب کی عدالت میں شہنشاہ وقت پر دعویٰ دیا۔ قاضی کی عدالت سے فرمان جاری ہوا کہ ”امیر المؤمنین حاضر عدالت ہو کر دعویٰ کی جواب دہی کریں۔“ تاریخ مقررہ پر خلیفہ وقت ملازم کی حیثیت میں قاضی کے سامنے کھڑا تھا۔

۳۔ قاضی (حضرت عمرؓ) آپ نے مالک مکان کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس کا پرناہ کیوں اکھاڑا؟ حضرت عمرؓ اس لئے کہ جب اس میں سے پانی گرتا تھا تو بعض وقت نمازیوں کے کپڑے غراب ہوتے تھے۔ اور چھینٹیں پڑتی تھیں۔ قاضی ”عباس! تم اس کے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو؟“ عباسؓ ”جناب! یہ پرناہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اسی جگہ رکھوایا تھا۔ حضورؐ نیچے کھڑے ہو گئے تھے اور میں نے حضورؐ کے کندھوں پر چڑھ کر یہ پرناہ بیان نصب کیا تھا۔“ قاضی۔ (حضرت عمرؓ سے) ”جب آنحضرتؐ خود یہ پرناہ بیان رکھوایا تھا تو آپ اس کو بیان سے ہٹانے والے کون تھے؟ اور کیوں آپ کو ایسی بے جا جرأت ہوئی؟“ حضرت عمرؓ ”جو کچھ عباسؓ کہہ رہے ہیں اس کا ثبوت کیا ہے؟“ اس پر قاضی نے انصار کی ایک جماعت کو طلب کیا۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس شان و عظمت اور جس عبادت و بدبہ کے خلیفہ ہوئے ہیں دنیا اس سے واقف ہے۔ وہ عظیم الشان انسان جس نے چشمِ زدن میں قیصر اور کسریٰ جیسے باجبروت شہنشاہوں کے سر سے تاج چھین لئے۔ اور انھیں حقارت کے ساتھ پیروں کے نیچے مسل کر پھینک دیا۔ وہ شخص جس کے خوف سے تمام دنیا کانپتی تھی۔ اور جس کی ہدایت سے کفر کی ہر سرحد میں کھلبلی پڑی رہتی تھی۔ وہ انصاف و عدل اور حق و صداقت کے سامنے کیسا مسکین و غریب بن جاتا ہے۔ اور ہر ذلت اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ :- لیکن وہ ہمیشہ کے لئے خاموش تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسکراتے مسکراتے پھانسی پر چڑھ گئے ہیں۔ لڑکا بشوڑتا ہوا اپنی ماں سے کہنے لگا: ”امی! امی! ابا بولتے کیوں نہیں؟ یہ خاموش کیوں ہیں؟“ شہید کی بیوی پر دردِ لہجہ میں بولی: ”بیٹا! یہ اپنے رب کے پاس چلے گئے ہیں۔ یہ اللہ اور اسلام کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ اب ان کی روح جنت میں پھر رہی ہے۔ اور یہ وہاں ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ دین پر اور اپنے پیدا کرنے والے پر قربان ہو گئے ہیں۔“ امی جان! امی جان! میں بھی شہید بنوں گا، میں بھی دین کے لئے قربانی دوں گا۔ امی! میں بھی اپنے ابا جان والی راہ چلنا چاہتا ہوں۔ میں بھی اسلام کے لئے شہید ہوں گا۔ میں اسلام کا بول بالا کروں گا۔ لڑکے نے تن کر کہا۔ اس کے معصوم چہرے سے شجاعت فیک رہی تھی۔ شہید کی بیوی زیرِ لب مسکرا رہی تھی۔ وہ اپنے بیٹے کے ننھے سے چہرے پر اپنے شہید خاوند کے ولوں اور غمِ اُم کی جھلک صاف دیکھ رہی تھی۔ (المنیر)

# تاریخ اسلام کا زین صفحہ

خليفة رسول امير المؤمنين حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حیات رانگیح الازلیت کا نام

میں بچا بھی دو۔ عازب عرض کرنے لگے، اچھا میں اسکو پونچائے دیتا ہوں۔ مگر اس کے عوض میں آپ مجھے وہ واقعات سنا دیجئے جبکہ آپ مدینہ روانہ ہوئے۔ اور مشرکین آپ کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ براہ کے اس سوال کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق نے ارشاد فرمایا:

ہم لوگ مکہ (غار) سے روانہ ہوئے عین اسوقت جب آپ کی دھوپ سختی کے ساتھ پھیلی ہوئی تھی۔ میں سایہ کی تلاش میں حیران و پریشان پھرتا تھا۔ یکایک مجھے ایک چٹان نظر آئی اور میں اس کے دامن میں پناہ لینے کے لئے بڑھا۔ وہاں کی زمین برابر کی اور بھینونا بھگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ذرا کمر لگالیں۔ چنانچہ حضور بیٹ گئے۔ مگر چونکہ مجھے دوش کے آنے کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اس لئے میں ادھر ادھر دیکھتا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک چرواہا نظر آیا۔ وہ بھی سایہ دار جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر مارا مارا پھرتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس کے غلام ہو۔ اس نے بتلایا کہ فلاں قریشی میرا آقا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے دریافت کیا کہ تمہاری بکریاں دودھ دیتی ہیں، اس نے کہا ہاں! پھر دریافت کیا کہ کیا تم مجھے تعویذ سادودھ دہ کر دے سکتے ہو؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا! تو میں نے اس سے کہا کہ اچھا پہلے مٹی وغیرہ سے بکریوں کے تھن صاف کر لو۔ جب وہ تھنوں کو صاف کر چکا تو ایک مٹی کے برتن میں تازہ دودھ نکال کر پیش کیا۔ میں نے ٹھنڈا پانی مراچی نکال کر میرے کپڑے باندھا پڑا تھا نکال کر تازہ دودھ کے نیچے کا حصہ ٹھنڈا

مدینہ کی طرف روانگی اور راستہ کے واقعات حضرت براد بن عازب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تیرہ درہم پر ایک کجاہ خرید کیا۔ خریدنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے ان سے کہا کہ اسکو میرے گھر تک

بقیہ صفحہ گذشتہ: ۲ اور ان میں سے ہر شخص اس امر کی شہادت دی کہ واقعہ ہمارے سامنے آنحضرت کے موٹے ہونے پر چڑھ کر یہ پر نالہ عباس نے اس جگہ لگایا تھا۔

(۴) جب پورے طور پر یہ بات ثابت ہو گئی، تو بلا تامل شہنشاہ وقت امیر المؤمنین فاروق اعظم نے برسر عدالت گواہ کر حضرت عباس سے معافی مانگی۔ اور کہا: خدا کی قسم میرا قصور معاف کر دو۔ مجھے نہ اس کا علم تھا، نہ میرے سامنے یہ واقعہ ہوا تھا۔ ابھی ابھی تمہارا پر نالہ اپنی جگہ پر نصب ہو جائیگا؟ قاضی نے کہا: جاؤ، حقدار کو اس کا حق پہنچاؤ۔

(۵) دونوں عدالت سے نکلے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ دنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ دیوار کے نیچے کھڑا ہے۔ اور حضرت عباس اس کے کندھوں پر چڑھے ہوئے پر نالے کو اسکی اصل جگہ لگا رہے ہیں۔

دنیا کی ساری تاریخ دیکھ ڈالو، ایسا عجیب اور حیرت انگیز واقعہ کہیں نہ پاؤ گے۔

(۶) اس تاریخی کہانی کا نتیجہ بیان کرنا رہ گیا۔ وہ یہ ہو کہ اس پر نالہ کے نصب کرنے کے بعد فوراً حضرت عباس امیر المؤمنین کے کندھوں پر نیچے کود پڑے۔ ۲

کر کے آنحضرت کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا، یہاں پر دیکھا کہ حضور  
آرام فرما رہے ہیں، رکار ہا۔ اس کے بعد جب حضور بیدار ہوئے  
تو میں نے دودھ پیش کیا۔ آپ نے بھی پیا اور آپ کے بعد میں  
نے بھی۔ پھر حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا کوچ کا وقت ہو  
گیا ہے؟ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا  
رسول اللہ! اب بالکل وقت قریب ہو گیا ہے۔ چنانچہ  
ہم لوگ پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

ادھر کفہ کہ ہماری تلاش میں ادھر ادھر سے مار مارتے  
پہرے تھے۔ مگر ان میں سے سوائے سراقہ بن جشم کے کسی  
کو ہمارا پتہ نہ لگ سکا۔ سراقہ گھوڑے پر چڑھ کر ہمارے قریب  
پہونچا۔ حضرت ابو بکر کا بیان ہے کہ جس وقت وہ قریب  
آیا تو مجھے سخت دھڑکن محسوس ہوئی۔ اور میں بے لگا آنحضرت  
نے مجھے روکنا دیکھ کر بھڑکی دی۔ اور فرمایا مت رنجیدہ ہو۔ خدا  
ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ مگر سراقہ ہمارے قریب آ گیا۔ اور  
اب صرف دو فیروں کے فاصلہ رہ گیا۔ حضرت ابو بکر صدیق  
فرماتے ہیں کہ میں پھر عرض کیا یا رسول اللہ! اب یہ تو قریب  
آ گیا ہے۔ اس وقت سختی کے ساتھ میں رو رہا تھا۔ اور یہ  
عرض کرتا جا رہا تھا کہ حضور مجھے اپنی جان کا تو کچھ خوف نہیں  
ہے۔ صرف سرکار کی ذات کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے۔

چنانچہ حضور نے دعاء فرمائی۔ اور اس کے گھوڑے  
کے پیر زمین میں دھنس گئے سراقہ گھوڑے پر سے کود پڑا۔ او  
کھٹے لگا، اے محمد مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ تمہاری دعاء کا کرشمہ  
ہے۔ اچھا اب دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بلا سے  
نجات دے۔ خدا کی قسم میں اب آپ کی مدد کروں گا۔ اور تم بھیجے  
میرا ترکش ہے۔ اور ابھی آپ میرے اونٹوں اور بکریوں پر غلانی  
جگہ گزریں گے۔ وہاں آپ کو جس قدر اور جس چیز کی ضرورت  
ہو بلا تا مل لے لیجئے گا۔

حضور نے ارشاد فرمایا مجھے تمہاری کسی چیز کی حاجت  
نہیں۔ اس کے بعد دعا کر کے اس بلا سے اس کو نجات دلا دی  
اور وہ اپنے رفقاء کے پاس لوٹ گیا۔

پھر چلتے چلتے ہم لوگ رات کے وقت مدینہ پہونچے  
اس وقت مدنی لڑے تھے کہ حضور کس کے یہاں قیام کریں گے  
مگر حضور نے جلد ہی اس کا فیصلہ فرمادیا۔ اور کہدیا کہ میں آج  
کی رات بنو نجار کے یہاں قیام کروں گا۔ وہ لوگ بنو عبد  
المطلب کے ماموں ہیں۔ چنانچہ لوگ ادھر ادھر قشر ہو گئے۔  
مگر جس ہم شر کے اندر پہونچے ہیں تو عورت و مرد، بوڑھے  
بچے، غلام، آزاد اپنے اپنے گھروں میں اور کوٹھوں پر چڑھے  
ہوئے یہ خل مچا رہے تھے۔

آج محمد آئے ہیں۔ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
آئے ہیں۔

انہیں بڑا کا بیان ہے کہ ہجرت کر کے آنیوالوں میں  
سب سے پہلے شخص مصعب بن عمیر تھے۔ ہم نے ان سے حضور  
کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ  
کہ حضور تو ابھی اپنے دولت گدہ ہی میں تشریف فرما ہیں۔  
البتہ آپ کے اصحاب پیچھے آئے ہیں۔ چنانچہ ان کے بعد  
عمر بن ام مکتوم آئے۔ ان سے حضور اور حضور کے اصحاب  
کی خبر غیرت دریافت کی۔ انہوں نے بتایا۔ اب سب قریب

ہی ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سعد بن  
ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت بلال تشریف  
لائے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب بیس سواروں کے ساتھ  
مدینہ میں داخل ہوئے۔ سب کے آخر میں حضور اور حضور کے  
رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مدینہ میں سب سے پہلے ابو  
سلمہ عبداللہ بن عبد محزو می ہجرت کر کے آئے۔ اور یہ



ان کا نام بیعت عقبہ سے بھی پہلے تھا۔ یہ حبشہ سے آرہے تھے راستہ میں قریش نے ان کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ اس لئے کہ سے یہ سخت بد دل ہو گئے۔ اسی اثناء میں ان کو انصار کے مسلمان ہونے کی اطلاع ملی۔ اور یہ ہجرت کر کے مدینہ میں اپنے انصاری بھائیوں کے پاس آ گئے۔ ان کے بعد عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی بیلی بنت ابی نضیم نے ہجرت کی۔ ان کے بعد عبداللہ بن جحش محد اپنے گھربار کے بونچے۔ ان کے بعد پیر دن بہ دن بہت مہار ہو پونچے گئے۔ حضرت زبیر بن عیش حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراہا تھا کہ حضور اور حضرت ابو بکر صدیق ادھر سے ہو کر گذرے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہارے گلہ میں دودھ ہے؟ میں نے کہا کہ ہے تو! لیکن وہ میری امانت میں ہے۔ خیانت کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضور نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اچھا کوئی ایسی بکری لاؤ جس سے کسی بکرے سے اب تک جفتی نہ کھائی ہو۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک چٹھیا پیش کی۔ حضور نے اس کے تھن کو مس کر کے دعا فرمائی اور دودھ پیدا ہو گیا۔ خود حضور نے بھی نوش فرمایا، اور حضرت ابو بکر صدیق نے بھی پیا۔ اس کے بعد حضور نے بکری کے تھنوں کو مخاطب کر کے فرمایا سکو جاؤ۔ وہ سکو گئے۔ اور بالکل ایسے ہو گئے جیسے پہلے تھے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں یہ ماجرا دیکھ کر آنحضرت کے قریب آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ! یہ دعایا یہ آیت جو آپ نے تلاوت فرمائی تھی مجھے بھی بتلا دیجئے۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت نے بربناہ شفقت میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا تم تو خود معلم ہو۔ پھر اس کے بعد حضور مرمود تیں اپنی زبان مبارک سے تعلیم دی۔ اس روایت کو

ابو حاتم اور ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراہا تھا۔ اتنے میں حضور اور حضرت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق ادھر سے ہو کر گذرے۔ اور وہ وقت تھا جب آپ مشرکین کے سے چھپے ہوئے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے مجھ سے سوال کیا کہ تمہارے پاس دودھ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں ہے تو، مگر میں دے نہیں سکتا۔ میں اس کا امین ہوں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ اچھا کوئی بکری کا بچہ ہے، ایسا لے آؤ جس نے اب تک کسی بکرے سے جفتی نہ کی ہو۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے گلہ میں سے ایک بکری کا بچہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے تھنوں کو مس کیا اور دعا فرمائی۔ پھر دودھ ہوا تو اس کے تھن سے دودھ جاری ہو گیا۔ جتنا منظور تھا حضور نے اس کا دودھ لیا۔ اور دونوں نے خوب پیا مجھے بھی عنایت ہوئی۔ جب سب لوگ خوب سیر ہو چکے تو آپ تھن کی طرف مخاطب ہوئے اور حکم دیا پیرو یا ہی ہو جاؤ چنانچہ وہ پیرو یا ہی ہو گیا جیسا پہلے تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ نے ایک تھنی بکری کا بچہ پیش کیا تھا۔ آنحضرت نے جیسے ہی اس کے تھن کے مقام پر ہاتھ ڈالا ہے تو اس گلہ دودھ سے بھرا ہوا تھن نمودار ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنا مسلمان ہونا بھی لکھا ہے۔

حدیث صحیح میں حضرت ابو بکر صدیق سے منقول ہر ہم کو چ کر کے لئے غار کے اندر سے سے نکلے ہیں تو معلوم ہوا کہ قریش چاروں طرف سے ہماری گھات میں پھر رہے ہیں۔ مگر سوائے سراقہ کے اور کسی نے ہم کو پایا نہیں +

# مکرمہ زکوٰۃ بنیاد دارالکرم

کی فرضیت و اہمیت پر قرآن و حدیث کی تصریحات

(ادارہ)

جیہی علیہا فی مناس  
جہنم فتکویٰ ہا  
جباہم وجنوبہم  
وظہورہم ملہن ماکنزتم  
لانفسکم فن وقواماکنتم  
تکنزونہ (توبہ ۵)

تپا یا جائیگا۔ پھر ان کو گونجی پٹانیوں  
اور انکی کروٹوں اور انکی پشتوں کو داغ  
دیا جائیگا۔ اور یہ جہلا دیاجائیگا،  
کہ یہ وہ جو جسکو تم نے اپنے واسطے  
جمع کر رکھا تھا۔ سوا اپنے جمع  
کرنے کا نہ چکھو۔

قرآن پاک کی بیشمار آیتوں کے علاوہ ہمارے مقتدا و رہنما  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی بہت تاکید فرمائی ہے۔  
چنانچہ یہ چند حدیثیں پیش کیجاتی ہیں :-

۱) ارشاد فرمایا کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق  
دزکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اس کے سونے چاندی سو  
آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ اور اس کو دوزخ کی آگ میں خوب  
تپا کر گرم کیا جائیگا۔ اور پھر ان سے اس شخص کی کروٹوں، پٹیاں  
اور پیشہ کو داغ دیا جائیگا۔ اور بار بار یہ معاملہ ہوتا رہیگا۔ یہ درد  
ناک سزا اس روز واقع ہوگی جو ایک روز پچاس ہزار سال کے برابر  
ہے۔ اور یہ سلسلہ عذاب اس وقت تک جاری رہیگا جبکہ بندہ  
جکے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ اور کوئی جنت اور کوئی دوزخ کو  
روانہ کیا جائے۔ (مسلم شریف)

۲) ارشاد فرمایا کہ اللہ جس کسی کو مال و دولت عطا فرمائے۔  
لیکن وہ زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اس کا مال بڑا ہڑا ہڑا

ہماری آقا و مولا سردار دو جہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد  
فرماتے ہیں :-  
بنی الاسلام علی خمس شہادت  
ان لا الہ الا اللہ  
وان محمد عبد اللہ  
وسا رسولہ و اقام  
الصلوٰۃ و ایتام  
الزکوٰۃ و الحج و  
صومہ و رمضان  
رمضان علیہ

اسلام کی بنیاد ان پانچ چیزوں پر رکھی  
گئی ہے :- ۱) یہ کہ کوئی دینا کہ  
اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود  
نہیں، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
وسلم اللہ تعالیٰ کے بندہ اور رسول ہیں۔  
۲) نماز قائم رکھنا ۳) زکوٰۃ ادا کرنا  
۴) حج کرنا ۵) رمضان کے روزے  
رکھنا۔

پس ادائیگی زکوٰۃ اسلام کا قیصر اکبر اور اہم الفرائض جو۔  
قرآن پاک میں جگہ جگہ اور بار بار اقصیٰ و الصلوٰۃ کے ساتھ والتوا  
الزکوٰۃ کا امر فرمایا گیا ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں کے لئے بشارتیں  
اور عاقبت کے انعامات۔ اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے سخت  
ترین عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں :-

والذین یکنزون  
الذہب والفضۃ و  
لا ینفقونہا فی سبیل  
اللہ فبشرہم  
بعذاب الیمۃ یومر

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر  
رکھتے ہیں، اور انکو اللہ کی راہ میں خرچ  
نہیں کرتے، آپ انکو ایک بڑی  
دھماکے سزا کی خبر سنا دیجیے کہ اس روز  
واقع ہوگی۔ کہ انکو دوزخ کی آگ میں

گنجا سانپ بنا دیا جائیگا۔ اور وہ اس کی گردن میں لپٹ جاویگا۔ پھر اس کے دونوں چوڑے نوچیں گے۔ اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

ولا يحسبن الذين  
يخلعون بما آثمهم الله  
من فضله هوناً  
لهبط بل هو  
شر لهم  
سيطون ما  
يخلو به يوم  
القيامة والله  
المستور  
الارض والله  
بما تعملون خبير  
(سورہ آل عمران)

۳، دو عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اور دونوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھیں۔ آپ نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا، کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے کنگن پہنا دے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر ان کنگنوں کی زکوٰۃ دیا کرو۔ (ترمذی شریف)

۴، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سونے کا ایک زیور پہنا کرتی تھی۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ زیور بھی کنز میں داخل ہے؟ (وہ کتر جس کے متعلق قرآن پاک میں ذکر ہے کہ اس کے مالک کو دردناک عذاب دیا جائیگا)

فرمایا کہ جو سونا چاندی اس مقدار تک پہنچ جائے کہ اس کی زکوٰۃ دی جائے۔ اور پھر اس کی زکوٰۃ بھی ادا ہوتی جائے تو وہ کتر میں داخل نہیں۔ (یعنی اگر زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچنے کے بعد زکوٰۃ نہ دی گئی تو وہ کنز میں داخل اور اس کا مالک مستحق عذاب ہوگا)

(مالک و ابوداؤد)

زکوٰۃ کے متعلق اس قدر سخت تاکید اور اہم الفرائض ہونے کی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ساتھ جہاد کیا جو فرہیت زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نہایت نازک حالت تھی۔ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور بعض نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر زکوٰۃ کے بارے میں کچھ بھی نرمی برتنے اور تسامح کرنے کی گنجائش ہوتی تو مصلحت اندیشی اور نزاکت وقت کی بنا پر حضرت صدیق اکبر رضی عنہ اس وقت ان کے جہاد پر آمادہ نہ ہوتے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اگر فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے قتال نہ کریں۔ تو اپنے جلالی شان میں آکر فرمایا:

والله لا قاتل من  
فرق بين الصلوة  
والزكاة فان  
الزكاة حق المال  
والله لو منعوني  
عناقاً كانوا  
يؤدونها الى رسول الله صلى  
الله عليه وسلم لقاتلهم على  
منعها۔ (مسند علیہ)

اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نرمی و ملاحظت کے بارے میں کہا تو فرمایا:

کی خبر گیری اور فاقہ عامر کے دوسرے کاموں میں کوتاہی نہ کریں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے، ان فی المال۔ لحقاً مسوی الزکوٰۃ۔ کہ مال میں سے سوائے زکوٰۃ کے اور بھی کچھ دینا ہے۔

لیکن ایک عجیب بات اور دیکھنے میں آتی ہے۔ کہ بعض مسلمان صدقات نافلہ نذر و نیاز کیا رہیں، پیروں فقروں کے نذرانے وغیرہ وغیرہ کاموں میں تو خوب حصہ لیتے ہیں۔ اور جس قدر بھی ہو خرچ کیا کرتے ہیں۔ لیکن فرضی زکوٰۃ کبھی عمر بھر میں نہیں دیتے۔ حالانکہ نوافل کا اور ویسے صدقات و غیرات کا درجہ فریضہ زکوٰۃ کے بہت بعد ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۹ میں فرماتے ہیں :-

نوافل کا فرائض کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں۔ فرائض میں سے کسی ایک فریضہ کی ادائیگی کسی نہ کسی وقت ہزار سالہ نوافل سے بہتر ہے۔ اگرچہ خالص نیکے ادا کئے جائیں۔ اور جو بھی نفل ہو نماز، روزہ، زکوٰۃ، ذکر، فکر، ان جیسی اور چیزیں، بلکہ ادا کئے فرائض کے وقت کسی ایک سنت کی رعایت یا مستحبات میں سے کسی ایک مستحب کی پابندی ہی حکم رکھتی ہے۔

اور اسی طرح فرض زکوٰۃ کسی فقیر کو دینا بہ درجا بہتر ہے، اس بات سے کہ سونے چاندی کے پہاڑ بطریق نفل خیرات کر دے۔

پس مسلمانوں کو چاہئے کہ فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں۔ اور اپنے دین کی اس تیسری بنیاد کو نہ گراویں۔ اگر آج تک غفلت برتی ہے تو ابھی سے قصد کر کے اپنے اموال کا حساب کریں۔ اور سابقہ زکوٰۃ بھی ادا کریں۔ اور آئندہ بھی ادا کرنے کا عزم کریں۔

زماۃ جاہلیت میں تو بڑے سخت دہادہ تھے۔ اور البیہار میں بڑل ہو گئے ہو؟ وحی اب منقطع ہو گئی اور دین تمام وکال ہو گیا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور دین میں کسی واقعہ ہو؟

چنانچہ حضرت فاروق کا سینہ بھی اس بارے میں کھل گیا۔ اور آپ کی بھی وہی بات ہوئی جو حضرت صدیق اکبر کی تھی۔ اور مانعین کے ساتھ جہاد کیا گیا۔ اس سے زکوٰۃ کی اہمیت و حیثیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور اشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے تارک کو قید کیا جائے، یہاں تک کہ زکوٰۃ ادا کرے۔

پس زکوٰۃ کی اس اہمیت اور اس بارے میں خداوند تعالیٰ کی اس قدر تاکیدات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور خلفائے راشدین کے تعامل بخود دیکھ کر صاحب نصاب مالدار مسلمان اس بارے میں بے پرواہی سے کام نہ لیں۔

اور ٹھیک ٹھیک حساب نگار سال پورا ہونے کے بعد یہ غلطی انکم فیکس بطیب خاطر مساکین و مستحقین کو دیا کریں۔ صدافوس کہ ہر سال مسلمان رؤسا اور صاحب دولت حضرات ہزاروں روپیہ فضولیات، رسومات، بدعات اور خلاف شرع لغویات میں ضائع کرتے ہیں۔ اور نہایت کھلے دل سے غلط راستوں پر خرچ کرنے کے لئے ان کے ہاتھ کھلے ہوتے ہیں۔ مگر اس قدر اہم فریضہ اور خدا کی حکم کی ادائیگی میں اکثر غفلت برتتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جس کسی کو مال و دولت نصیب کی ہے، ان کے ذمہ تو ضروری ہے کہ صدقات واجبہ زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی وغیرہ کے علاوہ صدقات نافلہ مسکینوں، یتیموں، بیواؤں، یتیموں

# سچی کہانیاں

مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی فلاح و بہبود کا ذخیرہ  
(انحضرت مولانا محمد زکریا صاحب شینہ الحدیث سہماہ سپتومہ)

(۱۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تھے۔ شب کو ایک جگہ قیام فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیداری کون کریگا؟ ایک جاگیردار ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضور نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتا دی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر انصاری نے جاگیر سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصہ میں آپ

سورہیں، میں جاگتا رہوں۔ دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں، کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگائے رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور جاگیر سو گئے۔ انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا۔ اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر سیریلج تیر مارا۔ اور ہر تیران کے بدن میں گھسٹا رہا۔ اور یہ ہاتھ سے

بقیہ صفحہ گذشتہ ہر زکوٰۃ کے مسائل مقامی علماء سے دریافت کر کے اچھی طرح سمجھ لیں۔ آجکل اردو زبان میں بھی فقہ کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسے اہم دکن اسلام کے مسائل سمجھنے کی کوشش کرے۔ اگر کسی مسئلہ میں تسلی و تسفی درکار ہو تو مشافہہ یا بدریغ ڈاک دارالافتاء دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بمیرہ پاکستان سے دریافت کر کے عمل کرے۔

دارالعلوم غزنیہ بمیرہ (پاکستان) : ہر شمالی پنجاب میں مسلمانوں کی سب سے بڑی دینی درسگاہ دارالعلوم عزیزتیہ بمیرہ میں علوم عربیہ اسلامیہ کی نشر و اشاعت کا فریضہ احسن طریقہ پر سرانجام دے رہی ہے۔ موجودہ دور میں ایسے مدارس کا بقا زکوٰۃ و خیرات و صدقات کے بغیر مشکل ہے۔ مدارس عربیہ کے طلبہ جو صحیح معنوں میں اخصی وافی سبیل اللہ کے مصداق ہیں۔ ان کی امداد ناہر حساس و مخیر مسلمان کا فرض ہے۔ دارالعلوم میں مفلس طلبہ و یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے جملہ مصارف و خوراک لباس و کتب وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کا ذخیرہ ہزار ہا روپیہ سالانہ صرف ہوتے ہیں۔ جن کے پورا کرنے کیلئے کوئی ظاہری سرمایہ اندیشہ صرف مخیر و ہمدرد ملت اصحاب کے عطیات سے ہی دارالعلوم قائم ہے۔ لہذا زکوٰۃ و صدقات لدا کرتے وقت جس قدر ہو سکے کچھ رقم اس مقصد کے لئے بنام مستئم دارالعلوم غزنیہ بمیرہ (پنجاب) ارسال فرمائیں۔ اور ساتھ ہی رقم کے مصرف کی بھی تصدیق فرمادیں۔ تاکہ رقم صحیح مصرف پر ہی صرف ہو۔ ان اللہ لا یضیع اجر الحسنین +

اس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے۔ اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ تو ایک جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ کہ نہ معلوم کتنے ہوں۔ مگر ساتھی نے جب اٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہ رہا تھا، مہاجر نے فرمایا سبحان اللہ! تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگایا۔ انصاری نے فرمایا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۃ کہف) شروع کر رکھی تھی۔ میرا دل نہ چاہا کہ اسکو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اب بھی مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں اور حضورؐ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مر جاتا مگر سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ (بہیقی ابوداؤد)

ف: یہ تھی ان حضرات کی نماز اور اس کا شوق کہ تیر پر تیر کھاتے جائیں اور خون ہی خون ہو جاتے، مگر نماز کے لطف میں فرق نہ پڑے۔ ایک ہماری نماز ہے کہ اگر پھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال جاتا ہے۔ پھر کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ کہ خون نکلنے سے ہمارے امام اعظمؒ کے نزدیک دفعہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ ممکن ہے کہ ان صحابی کا مذہب بھی یہی ہو۔ یا اس وقت تک اسی مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرماتے تھے یا اس وقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

۲۰

حضرت ابو طلحہؓ ایک ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندا اڑا۔ اور چونکہ باغ گنجان تھا اس لئے اس کو جلدی سے باہر راستہ نہ ملا۔ کبھی اس طرف کبھی اُس طرف اڑتا رہا۔ اور نکلنے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ ان کی نگاہ اسپر پڑی

اور اس منظر کی وجہ سے ادھر خیال لگ گیا۔ اور نگاہ اس پر بندہ کے ساتھ بھرتی رہی۔ دفعۃً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا۔ کہ۔ کوئی رکعت ہے۔ نہایت تعلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ کہ نماز میں بھول ہوئی۔ فوراً حضورؐ کی خدمت حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اس لئے میں اسکو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔ آپ جہاں دل چاہے اسکو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا۔ کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا۔ اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے۔ نگاہ خوشوں پر پڑی اور کھجوروں سے بھرے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے، خیال ادھر لگ گیا۔ جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ رکعتیں ہوئیں۔ اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اسکی وجہ سے یہ عثمانؓ کی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا۔ جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اگر عرض کیا۔ کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ اسکو جو چاہے کیجئے۔ انھوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اسکی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرمادی۔ (موطائک)

ف: یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درم کا باغ ایک دم صدقہ کر دیا۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قول جمیل میں موقوفہ کی نسبت کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اسوا پر مقدم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا۔ کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف

توجہ کیوں ہوتی۔

(۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم بنا دیں۔ لیکن پانچ دن تک آپ کو اعتقاد کرنا پڑے گی۔ کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی کڑی پر کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ واللہ! ایک رکعت بھی اس طرح پڑھنا مجھے منظور نہیں۔ حضورؐ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ حق سبحانہ و تقدس اس پر ناراض ہوں گے۔ (درمنثور) فہم اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ ضرورت نماز چھوڑنے کی وحیدہ میں داخل نہیں ہوتی۔ مگر حضرات صحابہؓ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا۔ اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کی جس قدر اہمیت تھی۔ اس کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آنکھ بنوانے کو پسند نہ کیا۔ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی۔ آج ہم بے حیائی سے جو چاہے ان مرثیہ والوں کی شان میں منہ سے نکال دیں۔ جب کل ان کا سامنا ہوگا اور یہ فدا فی میدانِ حشر کی سیر کے لطف ادا ہے ہوں گے، جب معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے۔ اور ہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

(۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ جماعت کا وقت ہو گیا۔ دیکھا کہ نوڑا سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد

میں داخل ہو گئے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ورسا جال لا تلہیہم تجارتہ ولا بیع عن ذکما اللہ (سورہ نور پارہ ۱۸) ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بچنا۔ وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔ (ماخوذ بیان القرآن) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے۔ لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو سب کچھ اچھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے۔ مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چلے گئے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے لا تلہیہم تجارتہ ولا بیع عن ذکما اللہ سے یاد فرمایا۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا، کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے۔ تو ایک مختصر جماعت اٹھے گی۔ اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گی۔ پھر



# کتاب بہترین رفیق ہے

پیغام حق : حضرت مولانا غلام احمد صاحب دہلی کی آخری حرکت الہ آباد میں، مذہبِ نبوی پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰/-  
 متصفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی قل تعالوا لندع ابناؤ ما و ابناؤ کمر کی صحیح  
 تفسیر آیت مباہلہ : تفسیر اور شیعوں کے بڑے مخالف کا ازالہ قیمت چار آنے ۴/-

تفسیر آیت امامت : متصفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں  
 لفظ امام آیا ہے، اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ قیمت ۴/-

کشف التلبیس حصہ دوم سوم : جس میں فضائلِ محمدیہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی  
 ہے۔ قیمت ۲/-

تفسیر آیت میراث ارض : آیت و لفظ کتبنا فی الزبور سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت قیمت ۴/-  
 کتاب کیا ہے، گرانمایہ دینی اور سیاسی معلومات کا بے ہادہ ذخیرہ

علمائے ہند کی شاندار ماضی : ہے۔ سرورق رنگین، مجلد قیمت ہے ۴/۸/-  
 تفسیر آیت اولی الامر منکم : متصفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی، آیت اطیعوا اللہ کی تفسیر  
 اور شیعوں کے مخالف کا جواب قیمت چار آنے ۴/-

غلام احمد نمبر : اس کے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسند انسان مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا قیمت ۱۰/-  
 خطبات مولانا آزاد : مولانا آزاد کے خطبات جمعہ، عیدین قیمت ۱/-

ابوالائمہ کی تعلیم : جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محب علی اور پیروکار اہلبیت نہیں  
 بن سکتا جب تک مذہب اہل سنت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۸/-

افکار آزاد : مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فار قلیط، ایڈیٹر "زمزم" قیمت ۲/۴/-

تفسیر آیت معیت : متصفہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی، آیت محمد رسول اللہ  
 الذین معہ کی تفسیر حضراتِ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا خلیفہ برحق  
 ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۴/-

ملنے کی پتہ

مکتبہ حزب انصار و منیر رسالہ شمس السلام ڈاک خانہ شمس السلام بھیرہ (پاکستان)